وصفِ رُخ اُن کا کیا کرتے ہیں شرحِ والشمس و ضُحےٰ کرتے ہیں
اُن کی ہم مدح و ثنا کرتے ہیں جن کو محمود کہا کرتے ہیں

ازالۃ الخفاء عن حلیۃ المصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ترجمہ بنام

سراجِ مُنیر

تالیف:
عارف باللہ الشیخ العلامہ عبد الغنی النابلسی الحنفی النقشبندی قدس سرہ العزیز

ترجمہ، حاشیہ، تخریج:
ابو امیر خسرو سید محمد باسق رضا المدنی
(دار الافتاء سیلانی، کراچی)

فہرست

پیش لفظ

پیشِ نظر رسالہ "إزالة الخفاء عن حلية المصطفى ﷺ" کے اردو ترجمہ کی ایک کاوش ہے۔ یہ رسالہ اس مقصد کے تحت تیار کیا گیا ہے کہ سید الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصافِ مبارکہ، سیرت اور اخلاقیات کو اردو دان طبقے تک درست اور علمی انداز میں پہنچایا جائے۔

اس کام میں کوشش کی گئی ہے کہ اصل عربی متن کی روح کو برقرار رکھتے ہوئے اسے آسان اور سلیس زبان میں منتقل کیا جائے۔ ترجمے کے ساتھ ساتھ، اس میں شامل روایات کی تخریج اور حاشیہ بھی لگایا گیا ہے تاکہ قارئین کو اصل ماخذ تک رسائی حاصل ہو سکے اور وہ اس کی صحت کے بارے میں جان سکیں۔

ترجمے کے دوران مکتبہ جامعۃ الریاض کے مخطوطے کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ متن کو ابواب کے ساتھ ساتھ ذیلی عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے تاکہ قارئین کے لیے مطلوبہ معلومات تک رسائی آسان ہو اور مطالعہ میں سہولت رہے۔

اس رسالے کی تدوین کا مقصود، بارہ ربیع الاول شریف کے موقع پر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک ادنیٰ تحفہ پیش کرنا ہے۔ اس کاوش میں سیدی امام نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل کی خدمت کا ارادہ بھی شامل رہا، جس سے امید ہے کہ رسالہ مبارکہ کے مطالعہ سے عوامِ اہلسنت کے دلوں میں عشقِ نبوی مزید اجاگر ہو گا۔

آخر میں ہم اس کام کی طرف توجہ دلانے اور اس کی یاد دہانی کروانے پر مولانا راشد گلفام صاحب کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں، جن کی حوصلہ افزائی سے یہ کام تکمیل کو پہنچا۔

ابو امیر خسرو

تعارفِ مصنّف

ماہرِ علوم، عارف باللہ، قطب الاقطاب، سیدی و حبیبی شیخ عبد الغنی بن اسماعیل النابلسی الدمشقی الحنفی قدس سرہ العزیز کی ولادت 5 ذی الحجہ 1050 ہجری کو دمشق، شام میں ہوئی۔

ولادت کی بشارت

آپ علیہ الرحمہ کی ولادت سے قبل، جب آپ کے والد روم کے سفر پر تھے، ایک مجذوب بزرگ شیخ صالح محمود علیہ رحمۃ الودود نے آپ کی والدہ کو بیٹے کی خوشخبری دی۔ انہوں نے ایک درہم بھی دیا اور فرمایا کہ "اس کا نام "عبد الغنی" رکھنا، اللہ اس کا حامی و ناصر ہو گا۔" پھر آپ کی پیدائش سے کچھ دن پہلے ہی شیخ محمود رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا انتقال ہو گیا۔

علمی سفر اور اساتذہ

آپ علیہ الرحمہ کا تعلق ایک علمی خاندان سے تھا۔ آپ نے بارہ سال کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اٹھنے کے باوجود اپنا علمی سفر جاری رکھا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے اس دور کے مشہور علماء سے علم حاصل کیا۔ فقہ و اصول فقہ شیخ احمد قلعی حنفی رحمہ اللہ سے، نحو، معانی، بیان اور صَرف شیخ محمود کردی رحمہ اللہ سے، اور حدیث شیخ عبد الباقی حنبلی رحمہ اللہ سے حاصل کی۔ اس کے علاوہ آپ نے نجم الغزی، شیخ محمد اسطوانی، اور شیخ محمد محاسنی رحمہم اللہ جیسے دیگر علماء سے بھی علم حاصل کیا۔

سلسلۂ طریقت

آپ نے مصر کے شیخ علی شر املسی رحمہ اللہ سے اجازت حاصل کی۔ قادریہ سلسلے میں شیخ عبد الرزاق حموی جیلانی رحمہ اللہ اور نقشبندیہ میں شیخ سعید بلخی رحمہ اللہ سے منسلک ہوئے۔ جوانی میں ہی آپ پر تصوف کا غلبہ تھا۔ آپ نے سات سال تک گھر میں گوشہ نشینی اختیار کی، اور اس دوران شیخ محی الدین

ابن عربی، ابن سبعین، اور عفیف الدین تلمسانی رحمہم اللہ اجمعین جیسے صوفی مشائخ کی کتب کا مطالعہ کیا۔

تدریس

آپ نے بیس سال کی عمر میں درس و تدریس کا آغاز کیا اور ساتھ ہی تصنیف کا کام بھی شروع کیا۔ آپ کے شاگردوں میں شیخ مصطفی بکری رحمہ اللہ کا نام بہت مشہور ہے۔ آپ نے لوگوں کی بے ہودہ باتوں اور قہقہوں کی وجہ سے دمشق کی جامع مسجد "جامع بنو امیہ" میں درس دینا چھوڑ دیا اور اپنے گھر پر ہی درس دینے لگے۔

اسفار

آپ نے 1075 ہجری میں استنبول، 1100 ہجری میں بقع اور لبنان، 1101 ہجری میں الخلیل اور بیت المقدس، 1105 ہجری میں مصر اور حجاز اور 1112 ہجری میں طرابلس کا سفر کیا۔ آخر عمر تک دمشق میں ہی مقیم رہے۔

سیرت و کمالات

آپ خود کو لغو باتوں اور فحش کلامی سے بچاتے تھے، نیک لوگوں اور طالب علموں سے محبت کرتے تھے، اور بہت سخی تھے۔ عمر کے آخری ایام میں بھی آپ کھڑے ہو کر نوافل ادا کرتے تھے، باریک لکھائی پڑھ سکتے تھے، اور کتب تصنیف فرماتے تھے۔ آپ کی کرامات کثیر ہیں لیکن آپ ان کے اظہار کو پسند نہیں کرتے تھے۔

تصانیف

امام نابلسی رحمہ اللہ نے تقریباً 250 سے زائد کتب تصنیف کیں جو علم تفسیر، حدیث، کلام، فقہ، تجوید، تصوف اور سفر ناموں پر مشتمل ہیں۔ آپ نے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور شیخ ابن الفارض رحمہما اللہ کی کتب کی شرحیں لکھیں۔ ان کی مشہور تصانیف میں سے کچھ یہ ہیں:

(1) اَلتَّحْرِيْرُ الْحَاوِى بِشَرْحِ تَفْسِيْرِ الْبَيْضَاوِى (2) بَوَاطِنُ الْقُرْآن وَمَوَاطِنُ الْعِرْفَان (3) كَنْزُ الْحَقِّ الْمُبِيْن فِىْ اَحَادِيْثِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْن (4) اَلْحَدِيْقَةُ النَّدِيَّة شَرْحُ الطَّرِيْقَةِ الْمُحَمَّدِيَّة (5) ذَخَائِرُ الْمَوَارِيْث فِى الدَّلَالَةِ عَلَى مَوَاضِعِ الْاَحَادِيْث (6) جَوَاهِرُ النُّصُوْص فِىْ حَلِّ كَلِمَاتِ الْفُصُوْص (7) كَشْفُ السِّرِّ الْغَامِض شَرْحُ دِيْوَانِ ابْنِ الْفَارِض (8) زَهْرُ الْحَدِيْقَة فِىْ تَرْجَمَةِ رِجَالِ الطَّرِيْقَة (9) خَمْرَةُ الْحَانِ وَرَنَّةُ الْاَلْحَان شَرْحُ رِسَالَةِ الشَّيْخ اَرْسَلَان (10) تَحْرِيْكُ الْاَقْلِيْد فِىْ فَتْحِ بَابِ التَّوْحِيْد (11) لَمْعَانُ الْبَرْقِ النَّجْدِى شَرْحُ تَجَلِّيَاتِ مَحْمُوْد آفَنْدِى (12) اَلْمَعَارِفُ الْغَيْبِيَّة شَرْحُ الْعَيْنِيَّةِ الْجَلِيْلِيَّة (13) اِطْلَاقُ الْقُيُوْد شَرْحُ مِرْآةِ الْوُجُوْد (14) اَلظِّلُ الْمَمْدُوْد فِىْ مَعْنَى وَحْدَةِ الْوُجُوْد (15) رَائِحَةُ الْجَنَّة شَرْحُ اِضَائَةِ الدَّجْنَة (16) فَتْحُ الْمُعِيْنِ الْمُبْدِى شَرْحُ مَنْظُوْمَةِ سَعْدِى آفَنْدِى (17) دَفْعُ الْاِخْتِلَاف مِنْ كَلَامِ الْقَاضِى وَالْكَشَّاف (18) اِيْضَاحُ الْمَقْصُوْد مِنْ مَعْنَى وَحْدَةِ الْوُجُوْد (19) كِتَابُ الْوُجُوْدِ الْحَقِّ وَالْخِطَابِ الصِّدْق (20) نِهَايَةُ السُّوْل فِىْ حُلْيَةِ الرَّسُوْل صلّى الله تعالٰى عليه وآله وسلّم (21) مِفْتَاحُ الْمَعِيَّة شَرْحُ الرِّسَالَةِ النَّقْشْبَنْدِيَّة (22) بَقِيَّةُ اللهِ خَيْر بَعْدَ الْفَنَاءِ فِى السَّيْر (23) اَلْمَجَالِسُ الشَّامِيَّة فِىْ مَوَاعِظِ اَهْلِ الْبِلَادِ الرُّوْمِيَّة (24) تَوْفِيْقُ الرُّتْبَة فِىْ تَحْقِيْقِ الْخُطْبَة (25) طُلُوْعُ الصَّبَاحِ عَلٰى خُطْبَةِ الْمِصْبَاح (26) اَلْجَوَابُ التَّام عَنْ حَقِيْقَةِ الْكَلَام (27) تَحْقِيْقُ الْاِنْتِصَار فِىْ اِتِّفَاقِ الْاَشْعَرِى وَالْمَاتُرِيْدِى عَلَى الْاِخْتِيَار (28) كِتَابُ الْجَوَاب عَنِ الْاَسْئِلَةِ الْمِائَةِ وَالْاِحْدَى وَالسِّتِّيْن (29) بُرْهَانُ الثُّبُوْت فِىْ تُرْبَةِ هَارُوْت وَمَارُوْت (30) لَمْعَانُ الْاَنْوَار فِىْ الْمَقْطُوْعِ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ وَالْمَقْطُوْعِ لَهُمْ بِالنَّار (31) تَحْقِيْقُ الذَّوْق وَالرَّشْف فِىْ مَعْنَى الْمُخَالَفَةِ بَيْنَ اَهْلِ الْكَشْف (32) رَوْضُ الْاَنَام فِىْ بَيَانِ الْاِجَازَةِ فِىْ الْمَنَام (33) صَفْوَةُ الْاَصْفِيَاء فِىْ بَيَانِ الْفَضِيْلَةِ بَيْنَ الْاَنْبِيَاء (34) اَلْكَوْكَبُ السَّارِى فِىْ حَقِيْقَةِ الْجُزْءِ الْاِخْتِيَارِى (35) اَنْوَارُ السُّلُوْك فِىْ اَسْرَارِ الْمُلُوْك (36) رَفْعُ الرَّيْب عَنْ حَضْرَةِ الْغَيْب

(37) تَحْرِيْکُ سِلْسِلَةِ الْوِدَادِ فِیْ مَسْئَلَةِ خَلْقِ اَفْعَالِ الْعِبَاد (38) زُبْدَةُ الْفَائِدَةِ فِیْ الْجَوَابِ عَنِ الْاَبْيَاتِ الْوَارِدَة (39) اَلنَّظْرُ الْمُشْرَفِی فِیْ مَعْنَی قَوْلِ الشَّيْخِ عُمَرَبْنِ الْفَارِضِ: عَرَفْتَ اَمْ لَمْ تَعْرِف (40) اَلسِّرُ الْمُخْتَبِی فِیْ ضَرِيْحِ اِبْنِ الْعَرَبِی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ (41) اَلْمَقَامُ الْاَسْمٰی فِیْ اِمْتِزَاجِ الْاَسْمَاء (42) قَطْرَةُ السَّمَاءِ وَ نَظْرَةُ الْعُلَمَاء (43) اَلْفُتُوْحَاتُ الْمَدَنِيَّة فِیْ الْحَضْرَاتِ الْمُحَمَّدِيَّة (44) اَلْفَتْحُ الْمَکِّی وَالْمِنَحُ الْمَلَکِی (45) اَلْجَوَابُ الْمُعْتَمَدعَنْ سُوَالَاتِ اَهْلِ صَفَد (46) لَمْعَةُ النُّوْرِ الْمُضِيَّة شَرْحُ الْاَبْيَاتِ السَّبْعَةِ الزَّائِدَةِ مِنَ الْخَمْرِيَّةِ الْفَارِضِيَّة (47) اَلْحَامِلُ فِیْ الْمَلَک وَالْمَحْمُوْلُ فِیْ الْفَلَک فِیْ اَخْلَاقِ النُّبُوَّةِ وَالرِّسَالَةِ وَالْخِلَافَـةِ فِیْ الْمُلْک (48) اَلنَّفْحَاتُ الْمُنْتَشَرَة فِیْ الْجَوَابِ عَنِ الْاَسْئِلَةِ الْعَشَرَة (49) اَلْقَوْلُ الْاَبْيَن فِیْ شَرْحِ عَقِيْدَةِ اَبِیْ مَدْيَن (50) کَشْفُ النُّوْر عَنْ اَصْحَابِ الْقُبُوْر (51) بَذْلُ الْاِحْسَان فِیْ تَحْقِيْقِ مَعْنَی الْاِنْسَان (52) اَلْقَوْلُ الْعَاصِمِ فِیْ قِرَائَةِ حَفْص عَنْ عَاصِمِ نَظْماً عَلٰی قَافِيَةِ الْقَاف وَشَرْحُ هَذَا النَّظْم (53) صَرْفُ الْعِنَان اِلٰی قِرَائَةِ حَفْص بِنْ سُلَيْمَان (54) اَلْجَوَابُ الْمَنْثُوْر وَالْمَنْظُوْم عَنْ سُوَالِ الْمَفْهُوْم (55) کِتَابُ عِلْمِ الْمَلَاحَةِ فِیْ عِلْمِ الْفَلَاحَة (56) تَعْطِيْرُ الْاَنَام فِیْ تَعْبِيْرِ الْمَنَام (57) اَلْقَوْلُ السَّدِيْد فِیْ جَوَازِ خَلْفِ الْوَعِيْد وَالرَّدُّ عَلَی الرَّجُلِ الْعَنِيْد (58) رَدُّالتَّعْنِيْف عَلَی الْمُعَنِّف وَاِثْبَاتُ جَهْلِ هَذَا الْمُصَنِّف (59) هَدِيَّةُ الْفَقِيْر وَتَحِيَّةُ الْوَزِيْر (60) اَلْقَلَائِدُ الْفَرَائِد فِیْ مَوَائِدِ الْفَوَائِد (فِیْ فِقْهِ الْحَنَفِيَّةِ عَلٰی تَرْتِيْبِ اَبْوَابِ الْفِقْه) (61) کِتَابُ رَيْعِ الْاِفَادَات فِیْ رَبْعِ الْعِبَادَات (62) کِتَابُ الْمَطَالِبِ الْوَفِيَّة شَرْحُ الْفَرَائِدِ السَّنِيَّة (63) دِيْوَانُ الْاِلٰهِيَاتِ الَّذِی سَمَّاهُ دِيْوَانَ الْحَقَائِقِ وَمَيْدَانَ الرَّقَائِق (64) دِيْوَانُ الْمَدَائِحِ النَّبَوِيَّة اَلْمُسَمّٰی بِنَفْحَةِ الْقُبُوْلِ فِیْ مِدْحَةِ الرَّسُوْل وَهُوَ مُرَتَّبٌ عَلَی الْحُرُوْف (65) دِيْوَانُ الْمَدَائِحِ الْمُطْلَقَةِ وَالْمُرَاسَلَاتِ وَالْاَلْغَازوَغَيْرَ ذٰلِک (66) دِيْوَانُ الْغَزْلِيَات اَلْمُسَمّٰی خَمْرَةَ بَابَل وَغِنَاءَ الْبَلَابَل (67) غَيْثُ الْقَبُوْل هُمٰی فِیْ مَعْنٰی "جَعَلَا لَهُ شُرَکَاءَ

فِیمَا آتَاهُمَا" (68) رَفْعُ الْكِسَاءِ عَنْ عِبَارَةِ الْبَیْضَاوِی فِیْ سُوْرَةِ النِّسَاءِ (69) جَمْعُ الْاَشْكَال وَمَنْعُ الْاَشْكَال عَنْ عِبَارَةِ تَفْسِیْرِ الْبَغْوِی (70) اَلْجَوْابُ عَنْ عِبَارَةٍ فِیْ الْاَرْبَعِیْنَ النَّوَوِیَّة فِیْ قَوْلِهِ رَوَیْنَاهُ (71) رَفْعُ السُتُوْرِ عَنْ مُتَعَلّقِ الْجَارِ وَالْمَجْرُوْرِ فِیْ عِبَارَةِ خُسْرُو (72) اَلشَّمْس عَلٰی جَنَاحِ طَائِرٍ فِیْ مَقَامِ الْوَاقِفِ السَّائِر (73) اَلْعَقْدُ النَّظِیْمِ فِیْ الْقَدْرِ الْعَظِیْمِ فِیْ شَرْحِ بَیْتٍ مِنْ بُرْدَةِ الْمَدِیْح (74) عُذْرُ الْاَئِمَّة فِیْ نُصْحِ الْاُمَّة (75) جَمْعُ الْاَسْرَارِ فِیْ مَنْعِ الْاَشْرَارِ عَنِ الظَّنِّ فِی الصُّوْفِیَةِ الْاَخْیَار (76) جَوَابُ سُوَالٍ وَرَدٌّ مِنْ طَرْفِ بَطْرَکِ النَّصَارٰی فِی التَّوْحِید (77) فَتْحُ الْكَبِیْر بِفَتْحِ رَاءِ التَّكْبِیْر (78) رِسَالَةٌ فِیْ سُوَالٍ عَنْ حَدِیْثٍ نَبَوِی (79) تَحْقِیْقُ النَّظَرِ فِیْ تَحْقِیْقِ النَّظَرِ فِیْ وَقْفِ مَعْلُوْم (80) جَوَابُ سُوَالٍ فِیْ شَرْطِ وَاقِفٍ مِنَ الْمَدِیْنَةِ الْمُنَوَّرَة (81) كَشْفُ السِّتْرِ عَنْ فَرِیْضَةِ الْوِتْر (82) نُخْبَةُ الْمَسْئَلَة شَرْحُ التُّحْفَةِ الْمُرْسَلَة (فِیْ التَّوْحِید) (83) بَسْطُ الذِّرَاعَیْنِ بِالْوَصِیْدِ فِیْ بَیَانِ الْحَقِیْقَةِ وَالْمَجَازِ فِیْ التَّوْحِید (84) رَفْعُ الْاِشْتِبَاه عَنْ عَلَمِیَّةِ اِسْمِ اللّٰه (85) حَقُّ الْیَقِیْنِ وَهِدَایَةُ الْمُتَّقِیْن (86) رِسَالَةٌ فِیْ تَعْبِیْرِ رُؤْیَا سُئِلَ عَنْهَا (87) اِرْشَادُ الْمُتَمَلّی فِیْ تَبْلِیْغِ غَیْرِ الْمُصَلِّی (88) كِفَایَةُ الْمُسْتَفِیْدِ فِیْ عِلْمِ التَّجْوِیْد (89) رِسَالَةٌ فِیْ نِكَاحِ الْمُتْعَة (90) صَدْحُ الْحِمَامَةِ فِیْ شُرُوْطِ الْاِمَامَة (91) تُحْفَةُ النَّاسِکِ فِیْ بَیَانِ الْمَنَاسِک (92) بُغْیَةُ الْمُكْتَفِی فِیْ جَوَازِ الْخُفِّ الْحَنَفِی (93) اَلرَّدُّ الْوَفِی عَلٰی جَوَابِ الْحَصْكَفِیْ فِیْ رِسَالَةِ اَلْخُفِّ الْحَنَفِی (94) حِلْیَةُ الذَّهَبِ الْاِبْرِیْزِ فِیْ رِحْلَةِ بَعْلَبَکَّ وَالْبِقَاعِ الْعَزِیْز (95) رَنَّةُ النَّسِیْمِ وَغَنَّةُ الرَّخِیْم (96) فَتْحُ الْاِنْغِلَاق فِیْ مَسْئَلَةِ عَلَی الطَّلَاق (97) اَلْخَضْرَةُ الْاِنْسِیَّة فِیْ الرِّحْلَةِ الْقُدْسِیَّة (98) رَدُّ الْمَتِیْن عَلٰی مُنْتَقِصِ الْعَارِفِ مُحْیِی الدِّیْن (99) اَلْحَقِیْقَةُ وَالْمَجَاز فِیْ رِحْلَةِ بِلَادِ الشَّامِ وَمِصْرَ وَالْحِجَاز (100) وَسَائِلُ التَّحْقِیْق فِیْ رَسَائِلِ التَّدْقِیْق (فِیْ مَكَاتَبَاتٍ عِلْمِیَّة) (101) اِیْضَاحُ الدَّلَالَاتِ فِیْ سَمَاعِ الْآلَات (102) تَخْیِیْرُ الْعِبَاد فِیْ سَكَنِ الْبِلَاد (103) رَفْعُ الضَّرُوْرَة عَنْ حَجِّ الصَّرُوْرَة (104) رِسَالَةٌ فِیْ

الْحَثِّ عَلَى الْجِهَاد (105) اِشْتِبَاكُ الْاَسِنَّة فِيْ الْجَوَابِ عَنِ الْفَرْضِ وَالسُّنَة (106) اَلْاِبْتِهَاج فِيْ مَنَاسِكِ الْحَاج (107) اَجْوِبَةُ الْاُنْسِيَّة عَنِ الْاَسْئِلَةِ الْقُدْسِيَّة (108) تَطْيِيْبُ النُّفُوْس فِيْ حُكْمِ الْمَقَادِمِ وَالرُّؤُس (109) اَلْغَيْثُ الْمُنْبَجِس فِيْ حُكْمِ الْمَصْبُوْغِ بِالنَّجِس (110) اِشْرَاقُ الْمَعَالِم فِيْ اَحْكَامِ الْمَظَالِم (111) رِسَالَةٌ فِيْ اِحْتِرَامِ الْخُبز (112) اِتْحَافُ مَنْ بَادَر اِلٰى حُكْمِ النَّوْشَادَر (113) اَلْكَشْفُ وَالتِّبْيَان عَمَّا يَتَعَلَّقُ بِالنِّسْيَان (114) اَلنِّعَمُ السَّوَابِغ فِيْ اِحْرَامِ الْمَدَنِى مِنْ رَابِغ (115) سُرْعَةُ الْاِنْتِبَاه لِمَسْئَلَةِ الْاِشْتِبَاه (فِيْ فِقْهِ الْحَنَفِيَّة) (116) رِسَالَةٌ فِيْ جَوَابِ سُوَالٍ مِنْ بَيْتِ الْمُقَدَّس (117) تُحْفَةُ الرَّاكِعِ السَّاجِد فِيْ جَوَازِ الْاِعْتِكَاف فِيْ فِنَاءِ الْمَسَاجِد (118) جَوَابُ سُوَالٍ وَرَدٌ مِنْ مَكَّةِ الْمُشَرَّفَة عَنِ الْاِقْتِدَاءِ مِنْ جَوْفِ الْكَعْبَة (119) خُلَاصَةُ التَّحْقِيْق فِيْ حُكْمِ التَّقْلِيْدِ وَالتَّلْفِيْق (120) اِبَانَةُ النَّص فِيْ مَسْئَلَةِ الْقَص (اَىْ قَصِّ اللِّحْيَة) (121) اَلْاَجْوِبَةُ الْبِتَّة عَنِ الْاَسْئِلَةِ السِّتَّه (122) رَفْعُ الْعِنَاد عَنْ حُكْمِ التَّفْوِيْض وَالْاِسْنَاد فِيْ نَظْمِ الْوَقْف (123) تَشْحِيْذُ الْاَذْهَان فِيْ تَطْهِيْرِ الْاَذْهَان (124) تَحْقِيْقُ الْقَضِيَّة فِيْ الْفَرْقِ بَيْنَ الرِّشْوَةِ وَالْهَدِيَّة (125) نَقُوْدُ الصُّوَر شَرْحُ عُقُوْدِ الدُّرَر فِيْمَا يُفْتٰى بِهِ عَلٰى قَوْلِ زُفَر (126) اَلْكَشْفُ عَنِ الْاَغْلَاطِ التِّسْعَة مِنْ بَيْتِ السَّاعَة مِنَ الْقَامُوْس (127) رِسَالَةٌ فِيْ حُكْمِ التَّسْعِيْرِ مِنَ الْحُكَّام (128) تَقْرِيْبُ الْكَلَام عَلَى الْاِفْهَام (فِيْ مَعْنٰى وَحْدَةِ الْوُجُوْد) (129) اَلنَّسِيْمُ الرَّبِيْعِى فِيْ التَّجَاذُبِ الْبَدِيْعِى (130) تَنْبِيْهُ مَنْ يَلْهُو عَنْ صِحَّةِ الذِّكْرِ بِالْاِسْمِ هُوَ (131) اَلْكَوَاكِبُ الْمَشْرِقَة فِيْ حُكْمِ اِسْتِعْمَالِ الْمَنْطِقَةِ مِنَ الْفِضَّة (132) نَتِيْجَةُ الْعُلُوْم وَنَصِيْحَةُ عُلَمَاءِ الرَّسُوْم فِيْ شَرْحِ مَقَالَاتِ السَّرْهَنْدِى الْمَعْلُوْم (133) رِسَالَةٌ فِيْ مَعْنٰى الْبَيْتَيْنِ "رَاَتْ قَمَرَ السَّمَاءِ فَاَذْكَرَتْنِى" اِلٰى آخِره (134) تَكْمِيْلُ النُّعُوْت فِيْ لُزُوْمِ الْبُيُوْت (135) سُوَالٌ وَرَدٌ فِيْ بَيْتِ الْمُقَدَّس وَمَعَهُ جَوَابٌ مِنْهُ (136) اَلْجَوَابُ الشَّرِيْف لِلْحَضْرَةِ الشَّرِيْفَة اِنَّ مَذْهَبَ اَبِى يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ هُوَ مَذْهَبُ اَبِى حَنِيْفَة

(137) تَنْبِيْهُ الْاِفْهَام عَلٰی عِدَّةِ الْحُکَّام (138) شَرْحُ مَنْظُوْمَةِ الْقَاضِی مُحِبُّ الدِّیْنِ الْحَمَوِی (139) اَنْوَارُالشُّمُوْس فِیْ خُطَبِ الدُّرُوْس (140) مَجْمُوْعُ خُطَبِ التَّفْسِیْر (وَصَلَ فِیْهِ اِلٰی سِتُّمِائَةِ خُطْبَةٍ وَاثْنَیْنِ وَثَلَاثِیْن)(141) اَلْاَجْوِبَةُ الْمَنْظُوْمَة عَنِ الْاَسْئِلَةِ الْمَعْلُوْمَة مِنْ جِهَّةِ بَیْتِ الْمُقَدَّس (142) اَلتُّحْفَةُ النَّابُلُسِیَّة فِیْ الرِّحْلَةِ الطَّرَابُلُسِیَّة (143) اَلتَّعْبِیْز فِیْ التَّعْبِیْر (نَظْماً مِنْ بَحْرِ الرِّجْز)(144) تَحْصِیْلُ الْاَجْر فِیْ حُکْمِ اَذَانِ الْفَجْر (145) قَلَائِدُ الْمَرْجَان فِیْ عَقَائِدِ الْاِیْمَان (146) اَلْاَنْوَارُ الْاِلٰهِیَّة شَرْحُ الْمُقَدَّمَةِ السَّنُوْسِیَّة (147) غَایَةُ الْوِجَازَة فِیْ تَکْرَارِ الصَّلَاةِ عَلَی الْجَنَازَة (148) شَرْحُ اَوْرَادِ الشَّیْخ عَبْدُالْقَادِرِ الْکِیْلَانِی (149) کِفَایَةُ الْغُلَام فِیْ اَرْکَانِ الْاِسْلَام (150) مَنْظُوْمَةُ مِائَةٌ وَّخَمْسُوْنَ بَیْتاً (151) رَشَحَاتُ الْاَقْدَام شَرْحُ کِفَایَةِ الْغُلَام (152) اَلْفَتْحُ الرَّبَّانِی وَالْفَیْضُ الرَّحْمَانِی (153) بَذْلُ الصَّلَاة فِیْ بَیَانِ الصَّلَاة (عَلٰی مَذْهَبِ الْحَنَفِیَّة)(154) نُوْرُ الْاَفْئِدَة شَرْحُ الْمُرْشِدَة (155) اِسْبَاغُ الْمِنَّة فِیْ اَنْهَارِ الْجَنَّة (156) نِهَایَةُ الْمُرَاد شَرْحُ هَدْیَةِ اِبْنِ الْعِمَاد (فِی فِقْهِ الْحَنَفِیَّة)(157) اِزَالَةُ الْخِفَاعَنْ حِلْیَةِ الْمُصْطَفٰی صلّی اللّٰہ تعالٰی علیه وآله وسلّم(جس کا ترجمہ آپ کے سامنے موجود ہے)(158) نُزْهَةُ الْوَاجِد فِیْ الصَّلَاةِ عَلَی الْجَنَائِزِ فِی الْمَسَاجِد (159) صَرْفُ الْاَعِنَّة اِلٰی عَقَائِدِ اَهْلِ السُّنَّة (160) سَلْوَی النَّدِیْم وَتَذْکِرَةُ الْعَدِیْم (161) اَلنَّوَافِحُ الْفَائِحَة بِرَوَائِحِ الرُّؤْیَا الصَّالِحَة (162) اَلْجَوْهَرُ الْکُلِّی شَرْحُ عُمْدَةِ الْمُصَلِّی (وَهِیَ الْمُقَدَّمَةُ الْکِیْدَانِیَة)(163) حِلْیَةُ الْقَارِی فِیْ صِفَاتِ الْبَارِی (164) اَلْکَوْکَبُ الْوَقَاد فِیْ حُسْنِ الْاِعْتِقَاد (165) کَوْکَبُ الصُّبْح فِیْ اِزَالَةِ لَیْلَةِ الْقُبْح (166) اَلْعُقُوْدُ اللُّؤْلُؤِیَّة فِیْ طَرِیْقِ الْمَوْلَوِیَّة (167) اَلصِّرَاطُ السَّمِوی شَرْحُ دِیْبَاجَاتِ الْمَثْنَوِی (168) بِدَایَةُ الْمُرِیْد وَنِهَایَةُ السَّعِیْد (169) نَسَمَاتُ الْاَسْحَار فِیْ مَدْحِ النَّبِیِّ الْمُخْتَار (وَهِیَ الْبَدِیْعِیَّة) (170) شَرْحُهَا نَفَحَاتُ الْاَزْهَار عَلٰی نَسَمَاتِ الْاَسْحَار (171) اَلْقَوْلُ

اَلْمُعْتَبَر فِیْ بَیَانِ النَّظْر (172) رِسَالَةٌ فِی الْعَقَائِد (173) حَلَاوَةُ الْاٰلَافِی (التَّعْبِیْرِ اِجْمَالا) (174) اَلْمَقَاصِدُ الْمُمْحِصَة فِیْ بَیَانِ کَیِّ الْحِمْصَة (175) رِسَالَةٌ اُخْرٰی فِیْ کُلِّ الْحِمْصَة (176) زِیَادَةُ الْبُسْطَة فِیْ بَیَانِ الْعِلْمِ نُقْطَة (177) اَللُّؤْلُؤُ الْمَکْنُوْن فِیْ حُکْمِ الْاَخْبَارِ عَمَّا سَیَکُوْن (178) رَدُّ الْجَاهِلِ اِلَی الصَّوَاب فِیْ جَوَازِ اِضَافَةِ التَّاْثِیرِ اِلَی الْاَسْبَاب (179) اَلْقَوْلُ الْمُخْتَار فِی الرَّدِّ عَلَی الْجَاهِلِ الْمُحْتَار (180) دَفْعُ الْاِیْهَام جَوَابُ سُوَال (181) اَلْکَوْکَبُ الْمَتْلَالِئ شَرْحُ قَصِیْدَةِ الْغَزَالِی (182) رَدُّ الْمُفْتَرِی عَنِ الطَّعْنِ فِی الشُّشْتَرِی (183) اَلتَّنْبِیْهُ مِنَ النَّوْم فِیْ حُکْمِ مَوَاجِیْدِ الْقَوْم (184) اِتِّحَافُ السَّارِی فِیْ زِیَارَةِ الشَّیْخِ مُدْرَکِ الْفَزَارِی (185) دِیْوَانُ الْخُطَب اَلْمُسَمّٰی بِیَوَانِعِ الرُّطَب فِیْ بَدَائِعِ الْخُطَب (186) اَلْحَوْضُ الْمَوْرُوْد فِیْ زِیَارَةِ الشَّیْخ یُوْسُف وَالشَّیْخ مَحْمُوْد (187) مَخْرَجُ الْمُلْتَقٰی وَمَنْهَجُ الْمُرْتَقٰی (188) مَنْظُوْمَةٌ فِیْ مُلُوْکِ بَنِی عُثْمَان (189) ثَوَابُ الْمُدْرَک لِزِیَارَةِ السِّتِّ زَیْنَب وَالشَّیْخ مُدْرَک (190) عُیُوْنُ الْاَمْثَال اَلْعَدِیْمَةُ الْمِثَال (191) غَایَةُ الْمَطْلُوْب فِیْ مَحَبَّةِ الْمَحْبُوْب (192) مُنَاغَاةُ الْقَدِیْم وَمُنَاجَاةُ الْحَکِیْم (193) اَلطَّلْعَةُ الْبَدْرِیَّة شَرْحُ الْقَصِیْدَةِ الْمُضَرِیَّة (194) اَلْکِتَابَةُ الْعُلْیَة عَلَی الرِّسَالَةِ الْجَنْبَلَاطِیَة (195) رَکُوْبُ التَّقْیِیْدِ بِالْاِذْعَان فِیْ وُجُوْبِ التَّقْلِیْدِ فِی الْاِیْمَان (196) رَدُّ الْحِجَجِ الدَّاحِضَة عَلٰی عِصَبَةِ الْغَیِّ الرَّافِضَة (197) شَرْحُ نَظْمِ قُبْضَةِ النُّوْر اَلْمُسَمّٰی نَفْخَةَ الصُّوْر وَنَفْحَةَ الزَّهُوْر (198) مِفْتَاحُ الْفُتُوْح فِیْ مِشْکَاةِ الْجِسْم (199) زُجَاجَةُ النَّفْسِ وَمِصْبَاحُ الرُّوْح (200) صَفْوَةُ الضَّمِیْر فِیْ نُصْرَةِ الْوَزِیْر (201) شَرْحُ نَظْمِ السَّنُوْسِیَّة اَلْمُسَمّٰی بِاللَّطَائِفِ الْاُنْسِیَّة عَلٰی نَظْمِ الْعَقِیْدَةِ السَّنُوْسِیَّة (202) تَحْقِیْقُ مَعْنَی الْمَعْبُوْد فِیْ صُوْرَةِ کُلِّ مَعْبُوْد (203) رِسَالَةٌ فِیْ قَوْلِهٖ عَلَیْهِ السَّلَام مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَةً صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ عَشَرًا (204) اُنْسُ الْخَاطِر فِیْ مَعْنَی مَنْ قَالَ اَنَا مُؤْمِنٌ فَهُوَ کَافِر (205) تَحْرِیْرُ عَیْنِ الْاِثْبَات فِیْ تَقْرِیْرِ عَیْنِ الْاِثْبَات

(206) تَشْرِيْفُ التَّقْرِيْب فِيْ تَنْزِيْهِ الْقُرْآنِ عَنِ التَّعْرِيْب (207) اَلْجَوَابُ الْعَلِى عَنْ حَالِ الْوَلِى (208) فَتْحُ الْعَيْنِ عَنِ الْفَرْقِ بَيْنَ التَّسْمِيَتَيْنِ يَعْنِيْ تَسْمِيَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَتَسْمِيَةَ النَّصَارىٰ (209) اَلرَّوْضُ الْمُعْطَار بِرَوَائِقِ الْاَشْعَار (210) اَلصُّلْحُ بَيْنَ الْاِخْوَان فِيْ حُكْمِ اِبَاحَةِ الدُّخَان۔

اس کے علاوہ بھی امام نابلسی رحمہ اللہ کی کئی کتب و تصانیف اور منظومات ہیں۔

وفات

آپ علیہ الرحمہ کا انتقال 24 شعبان المعظم 1143 ہجری، بروز اتوار عصر کے وقت دمشق میں ہوا۔ اگلے دن آپ کو صالحیہ میں دفن کیا گیا۔ آپ کے وصال کے دن شہر کے بازار بند ہو گئے اور لوگوں کا ایک بڑا ہجوم آپ کے جنازے میں شریک ہوا۔ آپ کے پوتے شیخ مصطفی نابلسی نے آپ کے مزار کے پاس ایک جامع مسجد تعمیر کروائی۔ آج بھی لوگ آپ کے مزار کی زیارت کرتے ہیں، بالخصوص ہفتہ کی صبح کو۔

علم و عمل کا یہ سورج دمشق میں غروب ہوا، مگر اس کی روشنیاں آج بھی دنیا کو منور کر رہی ہیں۔

(ملخص اَز محمد عبد الحکیم شرف قادری، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان)

ازالة الخفاء عن حلية المصطفى ﷺ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

امابعد! اللہ کی حمد اس کے حقِ حمد کے مطابق ہو، اور اس کے درود و سلام ہمارے سردار، ہادیِ برحق، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو اس کے رسول اور بندے ہیں۔

پس حقیر عبد الغنی ابن النابلسی الحنفی (رحمہ اللہ) کہتا ہے- اللہ تعالیٰ اس کا انجام خیر فرمائے اور اسے عالی مدد سے نوازے- کہ یہ ایک رسالہ ہے جس میں مَیں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان اوصاف کو ذکر کرتا ہوں جو ثقہ (قابلِ اعتبار) راویوں سے صحیح روایات میں وارد ہوئے ہیں۔ اور (اس مسئلہ میں) میں وارد شدہ عبارات کو نقل کرتا ہوں جو واضح کلمات کے ساتھ موجود ہیں تاکہ مومن اپنے دل میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اوصاف کو پہچانے، اور اپنے خیال میں ان کی شکل (مبارکہ) کو نقش کرے، اور امید ہے کہ وہ انہیں اپنے خواب میں بھی دیکھے گا۔ پس (دعا ہے کہ) ان کے اوصاف اور خصائل میں کوئی کمی باقی نہ رہے۔ میں نے اس رسالے کا نام "**ازالة الخفاء عن حلية المصطفیٰ**" رکھا ہے۔ اور میں اللہ تعالیٰ سے تحقیق کے راستے میں اعانت اور توفیق کا سوال کرتا ہوں۔

ولادت باسعادت کا زمان و مکان

جان لو کہ ہمارے آقا و مولا، نبیِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سالِ ولادت کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے۔ اکثر اہلِ علم کا یہ قول ہے کہ یہ عام الفیل (ہاتھیوں والا سال) تھا۔ بعض حضرات نے تو اس پر اتفاق نقل کیا ہے، اور جو قول زیادہ مشہور ہے وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ اس (عام الفیل) کے پچاس دن بعد ہوئی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ چالیس دن بعد، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ بیس دن بعد، اور اس کے علاوہ بھی دیگر اقوال ذکر کیے گئے ہیں۔

پھر جمہور (اکثر اہلِ علم) کا اس پر اجماع ہے کہ ہمارے آقا، فخر کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ماہ ربیع الاول میں ہوئی۔ پس بعض نے کہا کہ اس کی دوسری تاریخ کو، اور کچھ نے آٹھویں تاریخ کو ولادت ذکر فرمائی، اور اسی قول کو کثیر اہلِ علم نے راجح قرار دیا ہے اور یہ اکثر محدثین کا مختار ہے۔ اور ایک رائے کے مطابق، دسویں تاریخ کو آپ کی ولادت ہوئی، جبکہ بعض نے بارہویں تاریخ کو ولادت کا دن قرار دیا ہے اور یہی قول زیادہ مشہور ہے۔ اس کے علاوہ بھی اقوال ملتے ہیں۔[1]
ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا دن پیر کا دن تھا، جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں وارد ہوا،[2] اور یہ صریح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن کے وقت پیدا ہوئے۔ بدر الدین زرکشی نے فرمایا ہے یہی صحیح ہے۔

مدّتِ حمل کے اقوال

پھر علماء کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدتِ حمل پر اختلاف ہے۔

---

(1) ایسا ہی سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:
"اس میں اقوال بہت مختلف ہیں: دو، آٹھ، دس، بارہ، سترہ، اٹھارہ، بائیس۔ سات قول ہیں، مگر اشہر و اکثر وماخوذ ومعتبر بارہویں ہے، مکۂ معظمہ میں ہمیشہ اسی تاریخ مکان مولد اقدس کی زیارت کرتے ہیں۔ **کما فی المواهب والمدارج** اور خاص اس مکان جنت نشان میں اسی تاریخ میلاد مقدس ہوتی ہے۔ علامہ قسطلانی وفاضل زرقانی فرماتے ہیں: "**المشهور أنه صلى الله تعالى عليه وسلم ولد يوم الاثنين ثاني عشر ربيع الأول وهو قول محمد بن اسحاق امام المغازي وغيره**". ترجمہ: مشہور یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بارہ ربیع الاول بروز پیر کو پیدا ہوئے، امام المغازی محمد بن اسحاق وغیرہ کا یہی قول ہے۔ شرح مواہب میں امام ابن کثیر سے ہے: "**هو المشهور عند الجمهور**". ترجمہ: جمہور کے نزدیک یہی مشہور ہے۔ اسی میں ہے: "**هو الذي عليه العمل**". ترجمہ: یہی وہ ہے جس پر عمل ہے۔ شرح الہمزیہ میں ہے: "**هو المشهور وعليه العمل**". ترجمہ: یہی مشہور اور اسی پر عمل ہے" (فتاویٰ رضویہ، 26/411-412)۔ (مترجم)
(2) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شہر، الرقم: 1162۔

ایک قول کے مطابق چھ ماہ، ایک کے مطابق دس ماہ، ایک قول کے مطابق آٹھ ماہ، ایک قول کے مطابق سات ماہ، اور ایک قول کے مطابق پورا سال تھا۔

جائے ولادت کے اقوال

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مکہ مکرمہ میں ایک مشہور مقام پر ہوئی، اور اب اکثر کا قول یہی ہے۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت عسفان میں ہوئی، اور بعض نے شعب میں، جبکہ دیگر نے روم میں بیان کی، لیکن مشہور قول مکہ مکرمہ کا ہی ہے۔

والدین کریمین اور دادا کریم کی وفات

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کی وفات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (دورانِ) حمل دو ماہ بعد ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ کو مدینے میں بنو نجار، اپنے ننھیال کے ہاں دفنایا گیا۔ اور ایک قول کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کا انتقال ہوا جبکہ آپ گہوارے (مہد) میں تھے (یعنی ولادت مبارکہ ہو چکی تھی)۔

بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کریمہ نے ولادت مبارکہ کے چار سال بعد انتقال کیا، اور دوسرے قول کے مطابق پانچ سال بعد، تیسرے قول کے مطابق چھ سال بعد، چوتھے قول کے مطابق سات سال بعد، پانچویں قول کے مطابق نو سال بعد اور ساتویں قول کے مطابق بارہ سال اور ایک مہینہ بعد، اور آٹھویں قول کے مطابق بارہ سال، ایک مہینہ اور دس دن کے بعد انتقال ہوا۔

آپ رضی اللہ عنہا کو "ابواء" کے مقام پر دفن کیا گیا جبکہ ایک قول کے مطابق مکہ مکرمہ میں موجود مقامِ "حجون" پر دفن کیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا جو کہ آپ کے کفیل تھے، حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالی عنہ کا انتقال اس وقت ہوا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آٹھ سال کے تھے اور دوسرے قول کے مطابق نو سال کے تھے، اور تیسرے قول کے مطابق دس سال کے تھے، اور چوتھے قول کے

مطابق چھ سال کے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت آپ کے والد کے سگے بھائی آپ کے چچا حضرت ابو طالب نے کی۔

بعثت مبارکہ

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر چالیس سال ہوئی۔ جبکہ دوسرے قول کے مطابق چالیس سال دو ماہ اور تیسرے قول کے مطابق چالیس سال اور چالیس دن ہوئی تو اللہ سبحانہ وتعالی نے آپ کو ماہ رمضان کے پیر کے دن اور دوسرے قول کے مطابق ماہ ربیع میں رحمۃ للعالمین بنا کر بعثت عطا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بعثت کے بعد تیرہ سال مکہ شریف اور ہجرت کے بعد دس سال تک مدینہ شریف مقیم رہے۔

وصالِ اطہر

ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ شریف میں ہجرتِ نبویہ کے گیارہویں سال، بارہ ربیع الاول، پیر کے دن کہ جب چاشت کا وقت اپنے زور پر تھا وصال فرمایا۔(1) اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام اپنے اسی بستر کی زمین میں مدفون ہوئے جہاں آپ کا وصال ہوا۔

(1) ولادت مبارکہ کی تاریخ میں اختلاف کی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کی تاریخ کے بارے میں بھی علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگرچہ مشہور قول یہی ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ والتسلیم کا وصال بارہ ربیع الاول کو ہوا جیسا کہ امام نابلسی رحمہ اللہ نے یہاں نقل فرمایا، لیکن تحقیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حقیقت میں مکہ مکرمہ کی رؤیت کے اعتبار سے اس دن ربیع الاول کی تیرہویں تاریخ تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بات تو تمام علماء کے نزدیک متفقہ ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا وصال پیر کے دن ہوا۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ اس سے پہلے نو ذوالحجہ کو جمعہ کا دن تھا۔ اب اگر اس حساب سے گنتی کی جائے، تو بارہ ربیع الاول کسی بھی طرح سے پیر کے دن نہیں بنتی۔ البتہ، مدینہ منورہ میں چاند نظر نہ آنے کی وجہ سے وہاں کے حساب سے بارہویں تاریخ تھی، اور راویوں نے اسی کو بیان کیا، جس کی وجہ سے جمہور علماء کے نزدیک یہی قول مقبول ٹھہرا ہے۔

چنانچہ امام اہلسنت رحمہ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: ”قول مشہور و معتمد جمہور دوازدہم (12) ربیع الاول شریف ہے، ابن سعد نے طبقات میں بطریق عمر بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما امیر المؤمنین مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت کی: "**مات رسول اللہ**

صلی اللہ تعالی علیہ و سلم یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ مضت ربیع الأول". ترجمہ: یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات شریف روز دو شنبہ، ربیع الاول شریف کی بارھویں تاریخ کو ہوئی... کامل ابن اثیر جزری میں ہے: "**کان موتہ صلی اللہ تعالی علیہ و سلم یوم الاثنین لثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من ربیع الأول**". ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال بارہ ربیع الاول پیر کے روز ہوا... اور تحقیق یہ ہے کہ حقیقۃً بحسب رؤیت مکہ معظمہ ربیع الاول شریف کی تیرھویں تھی، مدینہ طیبہ میں رؤیت نہ ہوئی، لہٰذا ان کے حساب سے بارھویں ٹھہری، وہی رواۃ نے اپنے حساب کی بنا پر روایت کی اور مشہور و مقبول جمہور ہوئی، یہ حاصل تحقیق امام بارزی و امام عماد الدین بن کثیر و امام بدر الدین بن جماعہ و غیرہم اکابر محدثین و محققین ہے... تفصیل مقام و توضیح مرام یہ ہے کہ وفات اقدس ماہ ربیع الاول شریف روز دو شنبہ میں واقع ہوئی، اس قدر ثابت و مستحکم و یقینی ہے، جس میں اصلا جائے نزاع نہیں... ادھر یہ بلاشبہ ثابت کہ اس ربیع الاول سے پہلے جو ذی الحجہ تھا، اس کی پہلی روز پنجشنبہ تھی کہ حجۃ الوداع شریف بالاجماع روز جمعہ ہے... اور جب ذی الحجہ 10ھ کی 29 روز پنجشنبہ تھی تو ربیع الاول 11ھ کی 12 کسی طرح روز دو شنبہ نہیں آتی کہ اگر ذی الحجہ، محرم، صفر تینوں مہینے 30 کے لیے جائیں، تو غرہ ربیع الاول روز چار شنبہ ہوتا ہے اور پیر کی چھٹی اور تیرہویں، اور اگر تینوں 29 کے لیں، تو غرہ روز یکشنبہ پڑتا ہے اور پیر کی دوسری اور نویں اور اگر ان میں کوئی سا ایک ناقص اور باقی دو کامل لیجیے، تو پہلی سہ شنبہ کی ہوتی ہے اور پیر کی ساتویں چودھویں اور اگر ایک کامل دو ناقص مانیے، تو پہلی پیر کی ہوتی ہے، پھر پیر کی آٹھویں پندرھویں۔ غرض بارہویں کسی حساب سے نہیں آتی اور ان چار کے سوا پانچویں کوئی صورت نہیں۔ قول جمہور پر یہ اشکال پہلے امام سہیلی کے خیال میں آیا اور اسے لاحل سمجھ کر انہوں نے قول یکم اور امام ابن حجر عسقلانی نے دوم کی طرف عدول فرمایا... مگر امام بدر بن جماعہ نے قول جمہور کی یہ تاویل کی کہ "**اثنی عشر خلت**" سے بارہ دن گزرنا مراد ہے، نہ کہ صرف بارہ راتیں اور پُر ظاہر کہ بارہ دن گزرنا تیرہویں ہی تاریخ پر صادق آئے گا اور دو شنبہ کی تیرہویں بے تکلف صحیح ہے، جبکہ پہلے تینوں مہینے کامل ہوں، کماعلمت اور امام بارزی و امام ابن کثیر نے یوں توجیہ فرمائی کہ مکہ معظمہ میں ہلال ذی الحجہ کی رؤیت شام چار شنبہ کو ہوئی، پنجشنبہ کا غرہ اور جمعہ کا عرفہ، مگر مدینہ طیبہ میں رؤیت دوسرے دن ہوئی، تو ذی الحجہ کی پہلی جمعہ کی ٹھہری اور تینوں مہینے ذی الحجہ، محرم، صفر تیس تیس کے ہوئے، تو غرہ ربیع الاول پنجشنبہ اور بارہویں دو شنبہ آئی" (ملخصاً من فتاوی رضویہ، 415-421)۔

یہاں اس شیطانی وسوسے کہ جب ایک مشہور قول کے مطابق تاریخ وصال اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہ ربیع الاول شریف ہے تو اس دن خوشی نہیں کرنی چاہئے کا جواب بھی لازم ہے کہ شریعت سوگ (یعنی غم منانا) انتقال کرنے والے کی بیوہ کیلئے تو چار ماہ دس دن ہے لیکن اس کے علاوہ افراد کیلئے سوگ صرف تین دن تک جائز، اس سے زائد کی شریعت میں اجازت نہیں۔ لہٰذا جب آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو ظاہری پردہ فرمائے اتنا عرصہ گزر چکا تو کسی کیلئے جائز نہیں اس دن سوگ منائے۔

سید المرسلین علیہ الصلاۃ والسلام کے مرض کی ابتداء سفر کے آخری دنوں میں ہوئی تھی۔ اور یہ 13 دن جاری رہا۔ مرض کی ابتداء تیز بخار کے ساتھ سر درد سے ہوئی۔

آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا وصال اس حال میں ہوا کہ آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی گود میں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرِ اقدس انکی تھوڑی اور سینے کے درمیان تھا۔[1]

سوگ سے متعلق صحیح البخاری کی روایت ہے، حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: **"نهينا أن نُحِدَّ أكثر من ثلاث إلا بزوج"**. ترجمہ: ہمیں تین دن سے زیادہ سوگ سے منع کیا گیا ہے، سوائے اس عورت کے، جس کا خاوند فوت ہو جائے۔ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب احداد المراۃ علی غیر زوجہا، 2/78، الرقم:1279)

سوگ تو دور میلاد شریف کے موقع پر غم کا تذکرہ بھی مناسب نہیں، بلکہ اس میں خوشی ہی کا اظہار ہے۔

جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"مجلس ملائک مآنس میلاد اقدس تو عظیم شادی وخوشی و عید اکبر کی مجلس ہے، اذکار غم اس کے مناسب نہیں، فقیر اس میں ذکر وفات والا بھی جیسا کہ بعض عوام میں رائج ہے، پسند نہیں کرتا، حالانکہ حضور کی حیات بھی ہمارے لیے خیر اور حضور کی وفات بھی ہمارے لیے خیر، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس تحریر کے بعد علامہ محدث سیدی محمد طاہر فتنی قدس سرہ الشریف کی تصریح نظر فقیر سے گزری، انہوں نے بھی اس رائے فقیر کی موافقت فرمائی، والحمد للہ رب العٰلمین۔ آخر کتاب مستطاب مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں: **"شهر السرور والبهجة مظهر منبع الأنوار و الرحمة شهر ربيع الأول، فإنه شهر أمرنا باظهار الحبور فيه كل عام، فلا نكدره باسم الوفاة... أنه ليس له أصل في أمهات البلاد الاسلامية وقد تحاشوا عن اسمه في أعراس الأولياء فكيف في سيّد الأصفياء صلى الله تعالى عليه و سلم"**. ترجمہ: یعنی ماہ مبارک ربیع الاول خوشی وشادمانی کا مہینہ ہے اور سرچشمہ انوار رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ ظہور ہے، ہمیں حکم ہے کہ ہر سال اس میں خوشی کریں، تو اسے وفات کے نام سے مکدّر نہ کریں گے... اور خاص اسلامی شہروں میں اس کی کچھ بنیاد نہیں، اولیائے کرام کے عرسوں میں نام وفات سے احتراز کرتے ہیں، تو حضور پر نور سید الاصفیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معاملہ میں اسے کیونکر پسند کر سکتے ہیں۔ **فالحمد لله على ما ألهم والله سبحنه وتعالى أعلم**" (فتاویٰ رضویہ، 24/516)۔ (مترجم)

(1) صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی قبر النبی، الرقم:1379۔

نزولِ وحی

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث فرمایا گیا، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس جبرائیل علیہ السلام مکہ مکرمہ میں غارِ حرا میں حاضر ہوئے۔ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس غار کا قصد لوگوں سے تنہائی اختیار کرنے کیلئے فرماتے تھے۔ پس جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے عرض کی: "پڑھیے!" تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا: "میں نہیں پڑھنے والا"۔ اسی طرح دوبار اور تین بار جواب ارشاد فرمایا، حتی کہ جبریل علیہ السلام نے عرض کی: "اپنے رب کے نام سے پڑھیے..." یہاں تک کہ "مالم یعلم" تک پہنچے۔ اور اس سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سچے خوابوں کے ذریعے وحی کا آغاز ہو چکا تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بھی خواب دیکھتے تو اس کی تعبیر صبحِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی۔ پھر وحی تین سال تک رُک گئی۔ اس کے بعد (سورہ) "یا ایھا المدثر" نازل ہوئی کہ "اے بالا پوش اوڑھنے والے کھڑے ہو جاؤ پھر ڈر سناؤ۔"

شعبی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبوت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس وقت نازل ہوئی[1] جب آپ کی عمر چالیس سال تھی۔

(1) یہاں نزول سے مراد اظہارِ نزول ہے کہ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت عالم ارواح سے قائم ہے۔
سنن الترمذی کی روایت ہے کہ جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے آپ کی نبوت کی تاریخ کا سوال کیا آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے جوابا ارشاد فرمایا: "وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالجَسَدِ". یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے (سنن الترمذی:3609)۔ اور امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ روایت نقل کرتے ہیں: "**كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ**". یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم پانی اور مٹی کے درمیان (المقاصد الحسنۃ:842)۔ اسی لئے امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "حضور کی رسالت زمانہ بعثت سے مخصوص نہیں بلکہ سب کو حاوی" (فتاوی رضویہ،30/149)۔ (مترجم)

پس آپ کی نبوت پر تین سال تک اسرافیل علیہ السلام کو مقرر کیا گیا، جو آپ کو کلمہ اور کوئی شے سکھاتے تھے، مگر ان کی زبان سے قرآن نازل نہیں ہوا۔ پھر جب تین سال گزر گئے تو آپ کی نبوت پر جبرائیل علیہ السلام کو مقرر کیا گیا، اور ان کی زبان سے بیس سال تک قرآن نازل ہوا۔ (1)

بیعتِ عقبہ اولیٰ اور ثانیہ:

جب رب تعالیٰ نے اپنے دین اور اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزّت ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ کی طرف تشریف لے گئے، جہاں آپ کی ملاقات چھ انصاری صحابہ کرام سے ان کی گھاٹی (عقبہ) کے پاس ہوئی، اور وہ سب آپ پر ایمان لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: "تم میرا دفاع کرو(2) کہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچاؤں" تو انہوں نے آئندہ موسم حج میں آنے کا وعدہ کیا، چنانچہ ان (انصار) میں سے بارہ افراد

(1) دلائل النبوۃ، 2/132۔

(2) یاد رہے کہ کسی بھی امّتی کا اپنے نبی علیہ السلام کے دفاع کا معنی یہ نہیں کہ اسے کسی قسم کی برابری یا بڑائی کا حق حاصل ہو، کیونکہ ایسی کئی مثالیں ہیں جہاں غلام اپنے آقا کا دفاع کرنے کے باوجود غلام ہی رہتا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک سپاہی میدان جنگ میں اپنے بادشاہ کے لیے لڑتا ہے تاکہ بادشاہ امن وانصاف کا پیغام پھیلا سکے؛ ایک پل سڑک پر چلنے والی گاڑیوں کا بوجھ اٹھاتا ہے تاکہ وہ اپنی منزل تک پہنچ سکیں۔ ان دونوں مثالوں میں ایک فریق (سپاہی، پل) دوسرے فریق (بادشاہ، گاڑیوں) کے لیے مدد اور تحفظ کا کام تو کر رہا ہے، لیکن یہ تعلق برابری کا نہیں بلکہ محض معاونت کا ہے۔ درحقیقت، یہ تو اس مددگار کی معراج ہے کہ اسے اس کے آقا نے کسی عظیم مقصد کے لیے استعمال فرمالیا۔ یہ کلام محض ہوائی نہیں بلکہ یہی منظورِ بارگاہِ محبوبیت ہے کہ براق نے شبِ معراج میں شاہِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کا شرف پاکر دم ہلا کر خوشی منائی (تفسیر الطبری، سورۃ الاسراء، 14/422)، گدھا یعفور اپنی سوار ہونے کی خواہش پوری ہونے پر شاداں تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں آپ کے وصال کے بعد غمزدہ ہوکر کنویں میں کود پڑا (تاریخ دمشق لابن عساکر، باب ذکر سلاحہ ومرکوبہ، 4/232)، اور حجۃ الوداع کے موقع پر قربانی کے اونٹوں نے بھی بڑھ چڑھ کر خود کو ذبح ہونے کیلئے پیش کیا، کیونکہ وہ بے تابی سے ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہے تھے کہ پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اپنے دستِ مبارک سے ذبح فرمائیں (سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب فی الہدی، 2/148، الرقم: 1765)۔ (مترجم)

آئے اور اسلام قبول کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی، پھر وہ مدینہ منورہ واپس لوٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے وہاں اسلام کو ظاہر فرمایا۔

اس کے بعد اگلے سال ستر افراد یا بعض کا قول ہے پچھتر افراد اور دو خواتین ان میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے اسلام قبول کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی کہ وہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی حفاظت اس طرح کریں گے جیسے وہ اپنی عورتوں کی حفاظت کرتے ہیں، اور (اس بات پر بھی بیعت کی) کہ وہ ہر قسم کے سرخ وسیاہ[1] سے جنگ کریں گے۔

ہجرتِ نبوی

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صحابہ کرام کو جو آپ کی حمایت میں تھے، مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم فرمایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ہجرت کی اجازت کا انتظار فرماتے رہے۔ پھر جب آپ کو اجازت مل گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے جمعرات کے دن نکلے، اور غار سے پیر کی رات کو روانہ ہوئے، اور آپ کے ہمراہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر یہ دونوں ہستیاں پیر کے دن، ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو مدینہ منورہ پہنچے۔[2]

---

(1) یہ جملہ "سرخ وسیاہ" اس بیعت کی وسعت کو ظاہر کرتا ہے کہ صحابہ کرام نے ہر اس قوت، شکل، یا برائی سے دین کی خاطر جنگ کا عہد کیا، جو اسلام کے پیغام کو روکنے کی کوشش کرے۔ یہ محض ظاہری دشمنوں تک محدود نہیں تھا، بلکہ اس میں ہر وہ چیز شامل ہو سکتی ہے، جو دین کیلئے نقصان دہ ہو، چاہے وہ انسانی شکل میں ہو یا جنات کی صورت میں، اور چاہے اس کا تعلق کسی بھی نسل، رنگ، یا ثقافت سے ہو۔ (مترجم)

(2) یہ وہ مبارک گھڑی ہے جب طیبہ طیبہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری پر تمام اہل مدینہ استقبال میں کھڑے تھے اور جونہی اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نظر پڑی تو کہہ اٹھے: **اَللّٰهُ اَكْبَر، جَاءَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ جَاءَ مُحَمَّدٌ** ﷺ۔ عورتوں اور بچیوں نے آمدِ محبوب کی خوشی میں نعت پڑھی: **طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ۔ وَجَبَ**

تاریخ کی تدوین

اور پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاریخ لکھنے کا حکم فرمایا تو اسے ہجرت کے وقت سے لکھا گیا۔[1] اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے جنھوں نے (باقاعدہ) تاریخ کی تدوین کی اور اس کا آغاز محرم الحرام سے فرمایا۔

قباء میں قیام اور پہلی جمعہ کی نماز

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قباء میں چوبیس راتوں کا قیام فرمایا۔ پھر آپ وہاں سے جمعہ کے دن چاشت کے وقت نکلے تو راستے میں ہی (نماز) جمعہ کا وقت آ گیا، پس فخر کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ مشہور مسجد میں ادا فرمایا۔

مدینہ منورہ میں داخلہ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام

اس کے بعد ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے، اور اس کی لگام ڈھیلی چھوڑی۔ تو ہر گھر والوں نے اپنی طاقت و تحفظ کے لیے (اونٹنی کو اپنے گھر ٹھہرانے کی) آواز دی،[2] جبکہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے تھے: "اس کا راستہ چھوڑ دو، کیونکہ یہ مامور ہے (اسے جہاں رکنے کا حکم ہے وہیں رکے گی)"۔ پس وہ اونٹنی دائیں بائیں دیکھتی ہوئی چلتی رہی، یہاں تک کہ مسجد کے دروازے کی جگہ پر ٹھہر گئی۔ پھر وہ (تھوڑا) چلی،

الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَادَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ۔ اور حبشہ کے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خوشی میں اپنے نیزوں سے کھیل پیش کیا(سبل الہدیٰ والرشاد، 3/271)۔ (مترجم)

(1) الروض الانف، 4/255۔

(2) مطلب یہ ہے کہ جب اتنی عظیم ہستی کسی قبیلے کے پاس قیام فرماتی تو اس قبیلے کے لوگ آقا علیہ الصلاۃ والسلام کے تعلق کی بناء پر طاقت اور تحفظ محسوس کرتے۔ آج بھی اگر کسی شخص کا تعلق کسی بڑے آدمی سے ہو اور لوگوں کو اس کا علم ہو جائے، تو اس کی وجہ سے اسے عزت اور تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ (مترجم)

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر سوار تھے جب وہ (دوبارہ) حضرت ابو ایوب (انصاری رضی اللہ تعالی عنہ) کے دروازے پر رکی۔ پھر وہ (تھوڑا اور) چلی اور اپنے پہلے ٹھہرنے کی جگہ پر رکی اور اپنی گردن زمین پر ڈال دی، اور منہ کھولے بغیر آواز نکالی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے اترے اور فرمایا: "ان شاء اللہ یہی (ہمارا) ٹھکانہ ہے"۔ اور حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامان اٹھایا اور اسے اپنے گھر لے گئے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ہاں سات ماہ قیام فرمایا۔

مسجدِ نبوی کی تعمیر

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مسجد کی جگہ بنو نجار سے، جو کہ آپ کے دادا عبد المطلب رضی اللہ تعالی عنہ کے ننھیال تھے، دس دینار کے عوض خریدی، جن کی ادائیگی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے مال سے کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے (مسجد کو) تعمیر فرمایا اور کھجور کی ٹہنیوں سے چھت ڈالی، اور اس کے ستون کھجور کے درخت کی لکڑی کے بنائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی صحابہ کے ساتھ اس (مسجدِ نبوی) کی تعمیر میں اینٹیں اٹھاتے تھے۔ اس کا قبلہ بیت المقدس کو بنایا گیا، اور اس کی لمبائی سو ذراع اور چوڑائی بھی تقریباً اتنی ہی تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھر کے ساتھ اینٹوں کے گھر تعمیر فرمائے، اور حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے گھر سے ان (نئے گھروں) میں منتقل ہو گئے۔

جہاد کا حکم

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتال کی اجازت دی گئی، جبکہ اس سے پہلے آپ کو اس سے روکا گیا تھا۔ چنانچہ نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شوال کے مہینے میں، اپنی ہجرت کے آٹھ ماہ

پورے ہونے پر، سریے[1] (فوجی دستے) اور لشکر روانہ فرمائے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمنوں سے جہاد کرنے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے پر قائم رہے، یہاں تک کہ لوگ فوج دَر فوج اللہ کے دین میں داخل ہو گئے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اور آپ کی امت کے لیے ان کا دین مکمل فرما دیا، اور آپ پر اور پوری امت پر اپنی نعمت تمام کر دی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارکہ

جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیہ مبارک کا تعلق ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ غیر معمولی طور پر انتہائی لمبے اور نہ ہی پست قد تھے۔ آپ کا قد مبارک لمبائی کی طرف مائل درمیانہ تھا۔ کوئی بھی شخص آپ کے ساتھ چلتا تو آپ سے لمبا نہ ہوتا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھتے تو آپ کا شانہ مبارک (کندھا) بیٹھنے والے سے بلند ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک گول تھا، رخسار ہموار اور لمبے تھے جبکہ گال ابھرے ہوئے نہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ سرخی مائل سفید تھا جس میں سرخی کی آمیزش تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال نہ تو انتہائی گھنگھریالے تھے جو بہت زیادہ ٹوٹے ہوئے نظر آتے، اور نہ ہی بالکل سیدھے تھے

(1) عربی لفظ ''سریّہ'' کا لغوی معنی فوج لشکر ہے۔ اور اصطلاح میں ''سریّہ'' وہ فوجی دستہ ہے جو رات میں روانہ ہوتا ہے۔ سریہ لشکر کی تعداد سو سے پانچ سو تک ہوتی ہے۔ پانچ سو سے زیادہ کو ''منسر''، آٹھ سے زیادہ کو ''جیش''، چار ہزار سے زیادہ کو ''جحفل'' اور پانچ ہزار سے زیادہ کو ''جیش عظیم'' کہا جاتا ہے، جب کہ پانچ سو اور آٹھ سو کے درمیان والے دستے کو ''ہبطہ'' کہتے ہیں۔ سریہ سے الگ ہونے والے حصے کو ''بعث'' اور اکٹھا رہنے والے لشکر کو ''کتیبہ'' کہتے ہیں۔ ملخصا (المواهب اللدنية، 1/200) النہایۃ میں ہے کہ اس دستے کو سریۃ اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہیں خفیہ طور پر بھیجا جاتا ہے، لیکن یہ وجہ درست نہیں کیونکہ لفظ ''سِر'' میں راء آتی ہے جبکہ ''سریّہ'' میں یاء ہے۔ ملتقطا (النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر، 2/363)۔ (مترجم)

جن میں ذرہ برابر خم نہ ہوتا، بلکہ وہ دونوں کے درمیانی تھے، اور ان میں تھوڑا سا گھنگھریالا پن موجود تھا۔[1]

بالوں میں سفیدی (شیب) کا وصف

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال جو سفید ہوئے وہ آپ کی ٹھوڑی کے نیچے کے بالوں (عنفقہ) میں، اور کنپٹیوں (صدغین) میں تھے،[2] اور سر میں چند متفرق سفید بال تھے جن کی تعداد تقریباً بیس تھی، دوسری روایت میں چودہ سفید بال کا ذکر ہے، تیسری روایت میں سات بال، جبکہ چوتھی روایت میں اٹھارہ کا ذکر ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفید بال سرخ رنگ کے تھے جو مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے ہوتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے بال کندھوں پر آتے تھے۔

جسمِ اطہر کا وصف

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم مبارک حسین، خلقت معتدل، اور اعضاء وجوڑ متناسب تھے۔ کمر کا بالائی حصہ چوڑا اور سینہ کشادہ تھا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے تو آگے کی طرف جھکے ہوئے ہوتے، گویا سمندری جہاز اپنے بہاؤ میں چل رہا ہو۔ اور جب آپ اپنا قدم رکھتے تو اسے پورا جما کر رکھتے (یعنی پورے قدم سے چلتے)۔

آپ کی چال، دستِ مبارک، سرِ اقدس اور قدمین کا وصف

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعضاء چلنے میں مضبوط تھے اور آپ سستی نہیں فرماتے تھے۔ آپ یکجا ہو کر چلتے، گویا کسی ڈھلان سے نیچے اتر رہے ہوں۔ آپ کی ہتھیلیاں اور قدم مبارک مضبوط

(1) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی، 4/187، الرقم: 3548۔

(2) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب شیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 4/1821، الرقم: 104-2341۔

ہونے کے ساتھ نرمی بھی رکھتے تھے۔[1] سر مبارک بڑا تھا، اور ہڈیوں کے سرے (جوڑ) بھی بڑے تھے۔ آپ کی ناف سے سینے تک بالوں کی ایک لکیر سیدھی شاخ و تلوار (قضیب) کی مانند جاتی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینے اور پیٹ پر اس کے علاوہ کوئی بال نہ تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں گہری سیاہ تھیں، ساتھ ہی ان کی سفیدی بہت زیادہ تھی۔ پلکوں کے بال لمبے تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پورے (جسم) کے ساتھ متوجہ ہوتے، آنکھ چرا کر نہیں دیکھتے تھے اور نہ ہی کسی چیز کو دیکھتے وقت اپنی گردن کو دائیں بائیں موڑتے تھے، بلکہ آپ مکمل طور پر اگلی سمت ہوتے اور مکمل طور پر پچھلی سمت ہوتے تھے۔ جس نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اچانک دیکھا اس پر آپ کا رعب طاری ہو جاتا، اور جس نے آپ کو پہچاننے کے لیے آپ کی صحبت اختیار کی، اسے آپ سے محبت ہو گئی۔[2]

چہرہ مبارک کا وصف

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا دمکتا ہے۔ آپ کی پیشانی کشادہ اور بھنویں کمان کی طرح خم دار تھیں اور ان پر بال گھنے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں بھنوؤں کے درمیان ایک باریک سی جگہ تھی جو غور کرنے پر ہی نظر آتی تھی۔ آپ کی ناک کے اگلے حصے (ارنبہ) میں نفاست اور لمبائی تھی۔ آپ کی دونوں بھنوؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصے کی حالت میں خون سے بھر جاتی اور حرکت کرتی تھی۔ آپ کی داڑھی مبارک گھنی تھی، منہ مبارک کشادہ تھا اور آپ اپنی اطرافِ دہن (اشداق) سے کلام کا آغاز و اختتام فرماتے

---

(1) صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب الجعد، 1/162، الرقم:5911۔

(2) آقا کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی یہ شان آج بھی قائم ہے، بزرگ فرماتے ہیں آج بھی جو امّتی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار پہلی بار کرتا ہے اسے رعب طاری ہو جاتا ہے۔ (مترجم)

تھے۔[1] آپ کے دانت بڑے اور سفید و چمکدار تھے اور سامنے کے دانت قدرے فاصلے پر تھے۔[2] جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلام فرماتے تو آپ کے اگلے دانت چمکتے ہوئے نظر آتے، اور ایسا محسوس ہوتا کہ آپ کے سامنے کے دانتوں سے نور نکل رہا ہے۔

آپ کی گردن (صراحی دار) گڑیا کی گردن کی طرح، چاندی کی سی صفائی لیے ہوئے تھی۔ آپ کے بازو اور کندھے بالوں والے تھے اور کلائیاں لمبی تھیں۔ ہتھیلی کشادہ تھی، قدم کشادہ تھے، آپ بغیر کسی جلدی کے دھیمے انداز اور ثابت قدمی کے ساتھ پُر عزم ہو کر چلتے تھے۔

آپ کے صحابہ آپ کے آگے چلتے تھے جبکہ آپ ان کے پیچھے ہوتے تھے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے: ''میری پشت فرشتوں کے لیے خالی چھوڑ دو۔''[3] اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملاقات کرنے والے کو سلام میں پہل فرماتے تھے۔

آپ کی آنکھیں بڑی تھیں جن کی سفیدی میں سرخی کی آمیزش تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کی تاریکی میں بھی ایسے ہی دیکھتے تھے جیسے دن کی روشنی میں دیکھتے تھے، اور اپنی پشت کے پیچھے بھی ایسے ہی دیکھتے تھے جیسے اپنے سامنے دیکھتے تھے۔[4] آپ حسین چہرے والے اور خوبصورت آواز والے تھے۔

---

(1) یعنی آپ علیہ الصلاۃ والسلام واضح اور صاف الفاظ استعمال کرتے تھے تا کہ سننے والوں کو ہر لفظ اچھی طرح سمجھ آئے۔ (مترجم)

(2) سامنے کے دانتوں میں ہلکا سا فاصلہ ہونا خوبصورتی کی علامت ہے، یہ وہ فاصلہ ہے جس کے حصول میں عرب کی فاسقہ عورتیں خود سے دانت کشادہ کرواتی تھیں، جنہیں احادیث میں ''متفلجات'' کہا گیا اور اللہ کی بنائی تخلیق کو بدلنے کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی۔ جبکہ آقا کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو یہ خوبی بھی بفضل الٰہی عطا ہوئی۔ یہ وہ معاذ اللہ بد نمائی والا فاصلہ نہیں۔ (مترجم)

(3) مسند احمد، مسند جابر بن عبد اللہ، 23/421، الرقم: 15821۔

(4) یہاں سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو محض اپنے گستاخ بڑوں کی اندھی تقلید میں اس کے برعکس جملہ بک جاتے ہیں، معاذ اللہ۔ جبکہ آقا علیہ الصلاۃ والسلام کی شان میں یہ جملہ لکھنے والے امام نابلسی قدس سرہ العزیز جن کا متوفی 1143ھ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بائیں کندھے کے اوپری حصے پر مہرِ نبوت تھی جو کبوتر کے انڈے کی طرح تھی،[1] اور دوسری روایت میں سلعہ (گوشت کے لوتھڑے) کی مانند،[2] تیسری روایت میں سیاہ نشانات جو مسّوں کی طرح تھے، چوتھی روایت میں اکٹھے بال، اور پانچویں روایت میں سیاہ رنگ کی (مہرِ نبوت تھی) جو زَردی کی طرف مائل تھی، جس کے گرد جڑے ہوئے بال تھے۔ اور ایک چھوٹی سی مہر تھی جو سیاہی مائل تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نورہ استعمال کرنا اور حمام میں داخل ہونا

مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نورہ (بال صفا پاؤڈر) استعمال فرماتے تھے، اور جب اسے لگاتے تو ابتداء شرمگاہ سے فرماتے اور اسے نورہ سے مَل کر صاف کرتے۔

جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجفہ کے حمام میں داخل ہوئے، تو وہ حفاظِ حدیث کے متفقہ فیصلہ سے موضوع (من گھڑت) ہے۔[3] اگرچہ یہ (کمال الدین) دمیری (شافعی رحمہ اللہ) اور دیگر کے کلام میں موجود ہے، لیکن (در حقیقت) عرب اپنے علاقوں میں حمام کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ہی پہچانے۔ جیسا کہ شیخ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ نے ''شرح الشمائل'' میں اس کی صراحت فرمائی ہے۔

کہ اہلسنت وجماعت کے نظریات صرف ہندوستان پاکستان کے نہیں بلکہ دنیا کے گزشتہ اکابرین بھی اسی راستے کے چلنے والے ہیں، جن کی نسبت آقا کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے دور سے جاملتی ہے۔(مترجم)

(1) المعجم الکبیر للطبرانی، باب الجیم، 2/220، الرقم:1908۔

(2) المعجم الکبیر للطبرانی، باب القاف، 19/25، الرقم:50۔

(3) رد المحتار، باب الاجارۃ الفاسدۃ، مطلب فی حدیث دخولہ علیہ الصلاۃ والسلام الحمام، 6/52، دار الفکر۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرمہ لگانا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رات اصفہانی سیاہ سرمہ لگاتے تھے، دائیں آنکھ میں متواتر تین سلائیاں اور بائیں آنکھ میں بھی متواتر تین سلائیاں۔(1)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ پسندیدہ لباس قمیص تھا(2) جو کپاس سے بنی ہوتی تھی نہ کہ اون سے، اور اس کی آستینیں کلائیوں تک ہوتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیاہ عمامہ پہنتے تھے(3) اور اس کا ایک کنارہ اپنے کندھوں کے درمیان لٹکا دیتے تھے اور اس کا پیچ اپنے سر کے گرد لپیٹتے تھے۔ اور یہ صحیح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شلوار خریدی تھی، لیکن اس پر اختلاف ہے کہ آپ نے اسے پہنا تھا یا نہیں؟ چنانچہ بعض علماء نے اس کے نہ پہننے پر یقین ظاہر کیا ہے، اور اس کیلئے اس بات سے دلیل لی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے صرف اپنی شہادت کے دن پہنا تھا۔ اور روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شلوار پہنی تھی اور اس زمانے کے لوگ بھی اسے پہنتے تھے۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اون (کا لباس) پہنتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لباس میں کسی ایک قسم پر ہی اکتفا نہیں فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موزہ اور نعلین پہننا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خفین (چمڑے کے موزے) پہنتے تھے اور ان پر مسح فرماتے تھے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے نعلین پہنتے تھے جو قرظ (ایک درخت کا چھلکا) سے دباغت دیے گئے گائے کے چمڑے سے بنے ہوتے تھے، ان میں سے ہر ایک میں دو یا اس سے زیادہ تسمے ہوتے

(1) سنن الترمذی، أبواب اللباس، باب ماجاء فی الاکتحال، 4/234، الرقم:1757۔

(2) سنن الترمذی، أبواب اللباس، باب ماجاء فی القمیص، 4/237، الرقم:1762۔

(3) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز دخول مکۃ بغیر احرام، 2/990، الرقم:1358۔

تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ایک تسمہ کو دوسرے کے اوپر رکھتے تھے، اور ایک تسمہ کو انگوٹھے اور اس سے متصل انگلی کے درمیان رکھتے تھے، اور دوسرے کو درمیانی انگلی اور اس سے متصل انگلی کے درمیان،[1] اور ان سب کو قدم کی پشت پر موجود تھوڑے سے حصے میں جمع کرتے تھے جو کہ شراک (یعنی جو تسمہ ظاہرِ قدم پر ہو) کہلاتا ہے۔ اور یہ تسمہ واضح ہوتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چاندی کی انگوٹھی تھی جس کا نگینہ عقیق کا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے نگینے پر "محمد" ایک سطر میں، دوسری سطر میں "رسول"، اور تیسری میں "اللہ" لکھا ہوا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے اپنے بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہنتے تھے، اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹھنا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُکڑوں بیٹھتے تھے، جو اس طرح ہے کہ اپنی سرینوں پر بیٹھیں اور اپنی رانوں کو پیٹ سے ملالیں، اور اپنے ہاتھوں سے اپنی پنڈلیوں کو کمر باندھنے کا سا انداز اختیار کریں، جیسے کپڑے سے کمر باندھی جاتی ہے۔[2] اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز پڑھ لیتے تو (مصلی پر) چار زانو ہو کر بیٹھتے تھے یہاں تک کہ سورج نکل آتا۔[3]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کھانا تناول فرمانا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے تھے: (۱) انگوٹھے، (۲) اس سے متصل انگلی (شہادت کی انگلی)، اور (۳) درمیانی انگلی سے۔ پھر اپنی تین انگلیوں کو چاٹتے، ابتداء

(1) یعنی آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی نعلین مبارک دو تسموں والی ہوا کرتی تھی۔ (مترجم)

(2) صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب الاحتباء بالید، 8 / 61، الرقم: 6272۔

(3) صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل الجلوس فی مصلاہ بعد الصبح، 1 / 463، الرقم: 286-670۔

درمیانی انگلی سے کرتے، پھر شہادت کی انگلی سے، پھر انگوٹھے سے۔[1] اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھٹنوں پر بیٹھے ہوئے کھانا کھاتے تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کھانے کے لیے اپنے گھٹنوں پر تکیہ لگا کر بیٹھتے تھے، اور اپنے بائیں قدم کا تلوے کو دائیں قدم کی پشت پر رکھتے، یا اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے بائیں پر بیٹھتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بائیں پہلو پر تکیہ لگا کر کھاتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جَو کی روٹی اس میں سے چھلکا نکالنے سے پہلے ہی تناول فرماتے تھے۔

اور آپ گرم کھانے کو ناپسند فرماتے تھے، اور فرماتے تھے: ''تم پر ٹھنڈا کھانا لازم ہے، کیونکہ اس میں برکت ہے، خبردار! گرم کھانے میں برکت نہیں ہوتی۔''[2]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پانی پینا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لکڑی کا ایک موٹا پیالہ تھا جس پر لوہے کی پٹی چڑھی ہوتی تھی، آپ اس سے پیتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ کر پانی پیتے تھے، اور کبھی کھڑے ہو کر بھی پیتے تھے تاکہ (کھڑے ہو کر پینے کے) جواز کی تعلیم ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیتے، پھر برتن کو منہ سے ہٹا کر سانس لیتے، پھر پیتے، اور اسی طرح تین بار کرتے۔ جب بھی آپ اپنے منہ کی طرف (پانی) لاتے، اللہ کا نام لیتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی چوس کر پیتے تھے، تیزی سے نہیں نگلتے۔

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب استحباب لعق الاصابع، 3/1605، الرقم: 131-2032۔
(2) المستدرک للحاکم، کتاب الاطعمۃ، 4/132، الرقم: 7125۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق میں زبان کے اعتبار سے سب سے زیادہ فصیح تھے اور گفتگو میں سب سے زیادہ شیریں تھے۔[1] اور جواب دینے میں سب سے زیادہ سریع (تیز) تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بات کو تین بار دہراتے تاکہ اسے سمجھ لیا جائے۔ اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفتگو فرماتے تو اپنی دائیں ہتھیلی سے بائیں انگوٹھے کے اندرونی حصے پر مارتے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تبسم آپ کے ہنسنے سے زیادہ ہوتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر آرام

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ ایک ہی بستر پر سوتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر دباغت دیے چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے پتوں کی چھال بھری ہوئی تھا۔[2]

خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار

علماء کا اس حدیث کے معنی میں اختلاف ہے جو مروی ہے "جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو اس نے حقیقت میں آپ کو ہی دیکھا، اور وہ آپ کو بیداری میں بھی دیکھے گا۔"[3] کیونکہ شیطان اگرچہ کسی بھی صورت میں آنا چاہے آسکتا ہے، لیکن وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت اختیار نہیں کر سکتا۔

(۱) تو ایک جماعت نے کہا کہ: یہ اس صورت میں ہے جب دیکھنے والا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس صورت میں دیکھے جس پر آپ دنیا میں تھے۔

---

(1) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل ابی ہریرۃ الدبوسی، 4/1940، الرقم:160-2493۔

(2) صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 8/97، الرقم:6456۔

(3) صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب من رائ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 9/33، الرقم:6993۔

اور بعض نے مبالغہ کرتے ہوئے کہا: اس صورت میں (دیکھے) جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا (تو اس نے واقعی سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کو دیکھا)۔

اور ان میں سے ابن سیرین رحمہ اللہ بھی ہیں، کیونکہ ان سے یہ صحیح ثابت ہے کہ جب ان سے کوئی خواب بیان کرتا تو وہ خواب دیکھنے والے سے فرماتے: ''جو تم نے دیکھا اس کا وصف بیان کرو!'' پس اگر وہ (دیکھنے والا) ان کیلئے ایسی صفت بیان کرتا جسے وہ نہ جانتے تھے، تو وہ فرماتے: ''تم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا۔''

اور اس کی تائید (ثقہ راوی) عاصم بن کلیب کی حدیث سے ہوتی ہے جس کے الفاظ (امام) حاکم کے ہاں سندِ جیّد کے ساتھ یہ ہیں: ''میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ تو انہوں نے فرمایا: میرے سامنے ان کا وصف بیان کرو۔ تو میں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا اور آپ کو ان سے تشبیہ دی۔ تو انہوں نے فرمایا: تم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیا ہے۔''(1)

اور اس حدیث کا اس حدیث سے تعارض نہیں ہے کہ: ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے دیکھ لیا، کیونکہ میں ہر صورت میں دکھایا جاتا ہوں''؛ کیونکہ یہ روایت ضعیف ہے۔(2)

(۲) اور دوسرے علماء نے کہا کہ یہ (یعنی اس حالت میں دیکھنا جس میں آقا کریم دنیا میں تھے یا اس حالت میں دیکھنا جب آپ وصال فرمائے) شرط نہیں ہے، ان میں سے ابن العربی (شیخ اکبر قدس سرہ العزیز) بھی ہیں، جنہوں نے فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آپ کے معلوم اوصاف کے ساتھ دیدار کرنا حقیقت کا ادراک ہے، اور اس کے علاوہ کسی اور صورت میں دیکھنا صرف مثال کا ادراک ہے۔ کیونکہ صحیح بات یہ ہے کہ

---

(1) فتح الباری لابن حجر، کتاب الحیل، باب من رائ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 12/ 384۔

(2) المرجع السابق۔

انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو زمین تبدیل نہیں کرتی۔ پس (آپ کی) ذاتِ کریمہ کا ادراک حقیقت ہے، اور صفات کا ادراک ادراکِ مثالی ہے۔[1]

قدریہ میں سے جس نے کہا کہ خواب کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہوتی، وہ شاذ ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان "پس وہ مجھے دیکھے گا" کا معنی اس (دیکھنے والے) کے دیکھے ہوئے کی تعبیر ہے؛ کیونکہ وہ حق اور غیب ہے۔

اور آپ کے فرمان "گویا اس نے مجھے بیداری میں دیکھا" کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیداری میں دیکھتا تو وہ (دیدار) اس کے خواب میں دیکھے ہوئے کے مطابق ہوتا، پس (بیداری میں دیکھنا) اول حق اور حقیقت ہوتا، اور دوسرا (خواب میں دیکھنا) حق اور تمثیل (مثال) ہوتا۔ یہ سب اس صورت میں ہے جب دیکھنے والا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی معروف اوصاف کے ساتھ دیکھے، ورنہ وہ ایک مثال ہے۔ پس اگر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مثلاً اس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے دیکھا تو یہ دیکھنے والے کیلئے خیر ہے، اور اس کے برعکس دیکھا تو اس کا الٹ (شر) ہے۔

اور ان میں سے قاضی عیاض (رحمہ اللہ) بھی ہیں جنہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان "پس اس نے مجھے دیکھا" یا "پس اس نے حق کو دیکھا" اس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی صورت مبارکہ میں دیکھا تو اس کا خواب قابلِ تعبیر ہے۔[2]

---

(1) المرجع السابق۔

(2) فتح الباری لابن حجر، کتاب الحیل، باب من رائ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 12/ 384۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر تعاقب کرتے ہوئے فرمایا: یہ قول ضعیف ہے،[1] بلکہ صحیح یہ ہے کہ اس نے حقیقت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی دیکھا ہے، خواہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی معروف اوصاف پر ہوں یا اس کے علاوہ کسی اور صفت پر۔

بعض حفاظِ حدیث نے قاضی عیاض (رحمہ اللہ) کے کلام کا یوں جواب دیا ہے کہ قاضی کا کلام اس (امام نووی رحمہ اللہ کے قول) کے منافی نہیں، بلکہ ان کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دونوں حالتوں (معروف صفت پر اور غیر معروف صفت پر) میں حقیقت میں ہی دیکھا ہے، لیکن پہلی صورت میں اس خواب کو تعبیر کی حاجت نہیں ہوتی، جبکہ دوسری صورت میں تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے۔[2]

ان (دوسرے علماء جو تیسرے قول کے قائل ہیں) میں سے باقلانی اور دیگر بھی ہیں، جنہوں نے پہلے قول والوں کو یہ الزام دیا کہ اگر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی معروف صفت کے علاوہ دیکھے تو اس کا خواب پریشان کن ہو گا، اور یہ باطل ہے، کیونکہ یہ معلوم ہے کہ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) خواب میں اپنی اس حالت پر نظر آسکتے ہیں جو آپ کے شایانِ شان ہو، اگرچہ وہ آپ کی دنیاوی حالت کے مخالف ہو۔ اور اگر شیطان اس چیز کی صورت اختیار کرنے کی آرزو بھی کرے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تھی یا آپ کی طرف منسوب ہو، تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمومی فرمان ''بے شک شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا'' اس کے خلاف ہے۔ اس لیے آپ علیہ الصلاۃ والسلام یا آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے خواب یا آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے منسوب کسی بھی چیز کو (شیطان سے) پاکیزہ سمجھنا اولیٰ ہے کیونکہ یہ حرمت میں زیادہ بلیغ ہے اور عظمت میں سبقت کا باعث ہے، جیسا کہ آپ کو حالتِ بیداری میں شیطان سے محفوظ رکھا گیا ہے۔

(1) المنہاج شرح صحیح مسلم للنووی، کتاب الرؤیا، 15/25۔

(2) فتح الباری لابن حجر، کتاب الحیل، باب من رائ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 12/384۔

تو صحیح یہ ہے کہ آپ کی رؤیت (دیدار) ہر حال میں باطل اور پریشان کن خواب نہیں ہوتی، بلکہ وہ بذاتِ خود حق ہوتی ہے، اگرچہ دیکھنے والا آپ کو آپ کی معروف صفت کے علاوہ کسی اور صورت میں دیکھے، بشرطیکہ وہ صورت اللہ تعالیٰ کی طرف سے تصور کی گئی ہو۔

پس معلوم ہوا کہ صحیح، بلکہ درست بات، جیسا کہ بعض علماء نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں دیدار حق ہے خواہ وہ کسی بھی حال میں فرض کیا جائے۔ (1)

---

(1) یہاں امام نابلسی رحمہ اللہ نے خواب میں دیدارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق اپنا مؤقف ظاہر کیا۔

خواب میں دیدارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق مؤقفات: ایک مؤقف یہ ہے کہ دیدار صرف اسی صورت میں حقیقت ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی دنیاوی شکل وصورت میں دیکھا جائے، اس کے قائل ابن سیرین رحمہ اللہ اور آپ کے متبعین ہیں۔ دوسرا مؤقف، جس کے قائل ابن العربی رحمہ اللہ جیسے علماء ہیں، یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار دو طرح کا ہوتا ہے، ایک آپ کی حقیقی ذات کا دیدار جو کہ دیدارِ حقیقت ہے، اور دوسرا جبکہ کسی دوسری صورت میں دیکھنا محض دیدارِ مثالی ہے، جس کی تعبیر ضروری ہے۔ اور تیسرا مؤقف یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار ہر حال میں حقیقت ہے، خواہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی معروف صورت میں دیکھا جائے یا کسی اور صورت میں۔ ایسی صورت میں خواب کی تعبیر کی ضرورت پڑتی ہے جو دیکھنے والے کے حال پر منحصر ہوتی ہے۔ اس کے قائلین میں امام نووی، امام باقلانی رحمہما اللہ اور دیگر علماء ہیں، اسی کو امام نابلسی رحمہ اللہ نے صحیح فرمایا۔ اور اسی مؤقف پر امام اہلسنت رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں، فرماتے ہیں: "حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہونا اگرچہ بلاشبہہ حق ہوتا ہے یہ خواب کبھی اضغاث احلام سے نہیں ہوتی" (فتاوی رضویہ، 5/100)

البتہ دوسرے اور تیسرے مؤقف میں قدرے فرق ہے اور وہ یہ کہ دیدارِ حقیقی ومثالی والا مؤقف دیدار کو دو مختلف اقسام میں تقسیم کرتا ہے۔ اس کے مطابق اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی معروف صورت میں دیکھا جائے تو یہ حقیقت ہے، جبکہ اگر کسی اور غیر معروف صورت میں دیکھا جائے تو وہ ایک مثال ہے جس کی تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ جبکہ تیسرا مؤقف یعنی دیدار ہر حال میں حق ہے، یہ مؤقف کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار کسی بھی صورت میں ہو، وہ حقیقت ہی ہوتا ہے۔ اس صورت میں آپ کا کسی مختلف حلیے میں نظر آنا دیدار کی حقیقت کو نہیں بدلتا، بلکہ وہ صرف دیکھنے والے کے حال کی طرف ایک اشارہ ہوتا ہے جس کے لیے تعبیر کی حاجت پڑتی ہے۔ اس فرق کو ایک مثال سے سمجھا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں کم عمر دیکھے تو دیدارِ حقیقی ومثالی کے قائل علماء کہیں گے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصل حالت نہیں، لہٰذا یہ ایک مثال ہے

پھر اگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی صورت میں ہو، کسی بھی وقت کی، خواہ آپ جوانی میں ہوں، مردانگی کی عمر میں ہوں، لمبے قد میں ہوں، یا آخری عمر میں ہوں، تو اسے تعبیر کی حاجت نہیں ہوتی، ورنہ اسے تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے جو دیکھنے والے سے متعلق ہوتی ہے۔

اور اسی بنا پر بعض علماءِ تعبیر نے کہا ہے کہ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں شیخ (عمر رسیدہ) کی صورت میں دیکھا تو یہ اس کی اپنی عمر کی طرف اشارہ ہے۔ اور بعض نے کہا کہ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو متغیر حال، مثلاً ناراضگی کی حالت میں دیکھا، تو یہ دیکھنے والے کے حال کی خرابی کی دلیل ہے۔

اور ابن ابی جمرہ نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آپ کی حسین صورت میں دیدار کرنا دیکھنے والے کے دین میں اچھائی کی علامت ہے، اور اگر آپ کے جسم مبارک کے کسی حصے میں عیب یا نقص کے ساتھ دیکھا جائے تو یہ دیکھنے والے کے دین میں خلل کی دلیل ہے؛ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک چمکدار آئینے کی مانند ہیں جس میں جو کچھ اس کے سامنے ہو وہ منعکس ہو جاتا ہے، اگرچہ آپ کی ذات خود اس سے بہترین اور مکمل حالت پر ہو۔ اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کے متعلق سب سے بڑا اصول ہے، کیونکہ اسی سے دیکھنے والے کا حال معلوم ہوتا ہے۔

دیگر علماءِ (تعبیر) نے فرمایا: دیکھنے والے کے احوال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کے حوالے سے (دیدار کردہ صورت کو) محدود کرنے میں مختلف ہوتے ہیں، بلکہ (دیدار کرنے والا) مشرق و مغرب، زمین و آسمان (کو بھی دیکھتا ہے)، جیسا کہ ایک تصویر کو آئینے میں دیکھا جاتا ہے جو اس کے مقابل ہو، اور اس کا حجم آئینے کے حجم میں منتقل نہیں ہوتا۔

اور اس کی تعبیر کی ضرورت ہے۔ جبکہ ہر حال میں دیدار حق ہے کے قائل علماء کہیں گے کہ یہ دیدار حقیقت ہے، لیکن آپ کا کم عمر نظر آنا دیکھنے والے کی کسی خاص حال کی علامت ہے جس کی تعبیر کی جائے گی۔ (مترجم)

پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کا اختلاف، جیسے ایک شخص آپ کو عمر رسیدہ کی شکل میں دیکھے اور دوسرا جوان کی شکل میں ایک ہی حالت میں، یہ مختلف شکلوں اور پیمانوں کے آئینوں میں تصویر کے اختلاف کی مانند ہے، (کہ تصویر) بڑے، چھوٹے، ٹیڑھے اور لمبے (آئینے میں) بڑی، چھوٹی، ٹیڑھی اور لمبی ہو جاتی ہے۔

اور اسی سے یہ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ہی وقت میں مختلف دور دراز علاقوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے ذریعے، اور مختلف اوصاف کے ساتھ دیدار کرنا جائز ہے۔ اور اس کا جواب بدر زرکشی نے بھی یوں دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عالَم میں چراغ اور سورج کی روشنی کی مانند ہیں، آپ کا نور تمام عالَموں میں ایک مثال ہے، پس جیسے سورج کو مشرق و مغرب میں ہر کوئی ایک ہی گھنٹے میں اور مختلف اوصاف کے ساتھ دیکھتا ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاملہ ہے۔

اور حماقت اور عجیب بات، جیسا کہ ابن العربی (قدس سرہ العزیز) نے بعض لوگوں کا یہ قول نقل کیا کہ خواب میں رؤیا (دیدار) سر کی آنکھ سے ہوتا ہے، اور بعض متکلمین کا کہنا ہے کہ یہ دل کی دو آنکھوں سے ادراک ہوتا ہے، اور یہ مجاز کی ایک قسم ہے۔

اسی طرح شیخ ابن حجر ہیتمی (رحمہ اللہ) نے "شرح الشمائل" میں ان سب باتوں کو بیان کیا ہے۔ اور اللہ ہی صحیح کو بہتر جانتا ہے، اور اسی کی طرف لوٹنا اور ٹھکانہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمارے سید و سردار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، اور آپ کی آل اور آپ کے تمام اصحاب پر درود و سلام بھیجے۔

(ڈاکٹر بدر محمد الدریس کے تحقیقی نسخہ کے آخر بحوالہ مخطوط "ص" ہے:)

یہ حلیہ شریفہ میرے شیخ اور آقا، شیخ عبد الغنی بن اسماعیل بن عبد الغنی بن اسماعیل بن احمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن عبد اللہ بن محمد بن عبد الرحمن بن ابراہیم بن سعد اللہ بن جماعۃ النابلسی کی آخری تالیف ہے۔ اور اب ہم ان کے انتقال کی تاریخ کا ذکر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی روح کو پاکیزہ

کرے اور ان کی قبر کو منور کرے۔ آپ کا انتقال اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت اور بخشش کی طرف اتوار کے دن دو نمازوں کے درمیان، 26 شعبان کو ہوا۔ ہم ان کے پاس تھے اور ان کے سامنے پیر کی رات کو قرآن پڑھا گیا، اور پیر کے دن ان کو ان کے اپنے گھر میں اس گنبد میں دفن کیا گیا جسے انہوں نے اپنی وفات سے دس سال پہلے تعمیر کروایا تھا۔ یہ واقعہ 1143 ہجری کا ہے، اللہ ان پر وسیع رحمت نازل فرمائے اور ہمیں دونوں جہانوں میں ان کے ذریعے نفع پہنچائے، آمین۔ اسے حقیر وحدتی مرید عبد الغنی نے لکھا ہے۔

(اور بندہ کے سامنے مکتبہ جامعۃ الریاض کے مخطوط کی آخری سطریں یہ تھیں)

یہ رسالہ بحمد اللہ وبتوفیق اللہ بدھ کے دن، ماہِ صفر میں، سن 1187 ہجری کو مکمل ہوا۔ یہ کام اللہ تعالیٰ القدیر کے محتاج بندے، حسن بن محمد البیتمانی (امام نابلسی رحمہ اللہ کے مرید) کے ہاتھوں انجام پایا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اور ان کے والدین کی مغفرت فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

(نوٹ)

بحمد اللہ علی احسانہ آج، بروز بدھ، 9 ربیع الاول شریف 1447ھ بمطابق 3 ستمبر 2025 رات ایک بج کر چوبیس منٹ پر اس رسالہ مبارکہ کی خدمت بندے کے ہاتھوں مکمل ہوئی۔ رب تعالیٰ مجھے، میرے شیخ کریم، میرے والدین، میرے اساتذہ، میرے جملہ محسنین اور اس رسالہ مبارکہ سے مستفید ہونے والوں کی مغفرت فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

ابو امیر خسرو سید محمد باسق رضا

9 ربیع الاول شریف 1447ھ / 3 ستمبر 2025

مصادر و مراجع

(١) تفسير الطبرى، أبو جعفر محمد بن جرير الطبري، دار هجر للطباعة و النشر
(٢) صحيح البخارى، محمد بن اسماعيل البخارى، دار طوق النجاة، بيروت
(٣) صحيح مسلم، مسلم بن الحجاج القشيرى، دار إحياء التراث العربى، بيروت
(٤) سنن الترمذى، محمد بن عيسىٰ الترمذى، مصطفى البابى الحلبى، مصر
(٥) سنن أبى داود، أبو داود سليمان بن الأشعث، المكتبة العصرية، صيدا - بيروت
(٦) مسند الإمام أحمد بن حنبل، أحمد بن محمد بن حنبل، مؤسسة الرسالة، بيروت
(٧) المعجم الكبير، أبو القاسم الطبرانى، مكتبة ابن تيمية، القاهره
(٨) المستدرك على الصحيحين، أبو عبد الله الحاكم النيسابورى، دار الكتب العلمية، بيروت
(٩) المقاصد الحسنة فى بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة، شمس الدين محمد بن عبد الرحمن السخاوى، دار الكتاب العربى، بيروت
(١٠) تاريخ دمشق لابن عساك، أبو القاسم علي بن الحسن المعروف بابن عساكر، دار الفكر
(١١) الروض الأنف فى شرح السيرة النبوية، أبو القاسم عبد الرحمن السهيلى، دار إحياء التراث العربى، بيروت
(١٢) المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، أحمد بن محمد القسطلانى، المكتبة التوفيقية، القاهره
(١٣) دلائل النبوة، أبو بكر البيهقى، دار الكتب العلمية، دار الريان للتراث
(١٤) النهاية فى غريب الحديث و الأثر، مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد الجزرى ابن الأثير، المكتبة العلمية، بيروت
(١٥) فتح البارى شرح صحيح البخارى، أحمد بن على بن حجر العسقلانى، دار المعرفة، بيروت

(١٦) المنهاج شرح صحيح مسلم، أبو زكريا محيى الدين النووى، دار إحياء التراث العربى، بيروت

(١٧) رد المحتار على الدر المختار، ابن عابدين الدمشقى الحنفى، دار الفكر، بيروت

(١٨) الفتاوى الرضوية، أحمد رضا خان الهندى الحنفى، رضا فاؤنديشن لاهور